ہم کس طرح لوگوں کو مسیح کے پاس لائیں

پہلا باب

لوگوں کو مسیح کے پاس لانے میں کامیاب ہونے کی چند شرائط

لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کی خدمت میں کامیاب ہونے کے لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ بعض شرائط کی پیروی کی جائے۔ یہ شرطیں سادہ سی ہیں اور شمار میں بھی تھوڑی ہیں۔ پس ہر شخص جو چاہے ان کی پیروی کر سکتا ہے۔

(۱) جو شخص اوروں کو مسیح کے پاس لانے میں کامیاب ہونا چاہے اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کام میں کامیاب ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خود مسیح پر پورا پورا ایمان رکھتا ہو۔ خود پورے پورے طور پر اُس کی طرف رجوع ہو۔ خداوند نے پطرس کو کہا "جب تو رجوع کرے تو

اپنے بھائیوں کو مضبوط کرنا" جب تک پطرس اپنے انکار کے بعد
یسوع کی طرف پورے طور پر راجع نہ ہوا۔ تب تک وہ اپنے بھائیوں کی مدد
نہ کر سکا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اوروں کو مسیح کے پاس لائیں تو لازم ہے کہ
ہم ہر طرح کے گناہ اور دُنیا پرستی اور خود غرضی سے پھریں۔ اور یسوع کو
پورے پورے طور پر اپنے خیالات اور اغراض اور افعال پر مسلط ہونے دیں۔
اگر کوئی ایسی بات ہم میں پائی جاتی ہے جس کے سبب سے ہم اپنی مرضی پوری
کرنا چاہتے ہیں۔ اور اُسے یعنی مسیح کو اپنی زندگیوں پر کامل اختیار رکھنے
نہیں دیتے تو ہم یاد رکھیں کہ ہماری طاقت بالکل زائل ہو جائیگی۔ اور ہم
لوگ تباہ ہو جائینگے۔ اور اگر ہم فرمانبردار ہوں تو بچ جائینگے۔ اگر پوچھا جائے کہ وہ
نوجوان جن کو بار بار یہ خیال آتا ہے کہ آیا ہم یہ کام کریں یا نہ کریں کس طرح
اس اصول کو ہر امر پر چسپاں کریں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر شخص ایسے
مواقع پر اس بات کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ میں فلاں کام کروں یا نہ کروں۔
بشرطیکہ اُس کے دل میں اپنی خوشی نہیں بلکہ مسیح کی عزت کی خواہش مقدم جگہ
رکھتی ہو اور وہ صدق دلی سے خدا کی طرف ہدایت کے لئے دیکھتا ہو +

۲۔ پھر دوسری شرط یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کو مسیح کے پاس لانے میں
کامیاب ہونا چاہتا ہے اُس کے دل میں روحوں کی محبت ہونی چاہیے۔
دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ کھوئے ہوؤں کے بچانے کا خیال اُس کے
دل میں جوش زن ہو۔ اگر ہم رُوحوں کو پیار نہیں کرتے تو اُن کے بچانے کے
لئے ہم جو کوششیں کرتے ہیں وہ بیجان اور بے طاقت ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمیں
لوگوں کے پاس جانے کا ڈھنگ آتا ہو۔ اور ممکن ہے کہ ہم یہ بھی جانتے ہوں
کہ اُنہیں کیا کہیں۔ پر اگر اُن کے لئے ہمارے دل میں یہ خیال نہیں ہے

تو جو کچھ ہم اُن سے کہینگے وہ خالی از اثر ہوگا لہذا کبھی اُن کے دلوں پر اثر نہیں کریگا۔ لیکن اگر پولوس کی طرح ہم کھوئے ہوؤں کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے لئے "مجھے بڑا غم ہے اور میرا دل برابر دُکھتا رہتا ہے"۔ تو اس سے ہمارے لہجہ اور ڈھنگ میں ایک قسم کی سرگرمی پیدا ہوگی۔ جو بے پرواہ سے بے پرواہ دل پر بھی تاثیر کریگی۔ ماسوائے اس کے اگر ہمارے دل میں رُوحوں کی محبت ہوگی تو ہم موقعوں کی تلاش میں لگے رہینگے تاکہ اُن لوگوں سے جنہوں نے نجات نہیں پائی ہے گفتگو کریں۔ اور ہمیں ایسے موقعے گلی کوچوں میں۔ کارخانوں میں۔ دوکانوں میں۔ گھروں میں۔ گاڑیوں میں غرضکہ ہر جگہ ملینگے اور اگر محبت ہمارے دل میں نہ ہوگی تو یہ موقعے کبھی ہمارے خیال میں بھی نہ آئیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ رُوحوں کی محبت کس طرح آدمی کے دل میں پیدا ہو؟ اس سوال کا جواب بڑی آسانی سے دیا جاسکتا ہے۔ اوّل یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح مسیحی سیرت کی اور خوبیاں رُوح القدس کے کام سے پیدا ہوتی ہیں۔ اُسی طرح رُوحوں کی محبت بھی اُسی کے وسیلہ سے پیدا ہوتی ہے پس جب یہ بات ہم پر ظاہر ہو جائے کہ ہم میں وہ رُوحوں کی محبت نہیں پائی جاتی جو کہ ہم میں ہونی چاہیئے۔ تو پہلی بات جو ہمیں کرنی چاہیئے یہ ہے کہ ہم سیدھے خُدا کے پاس جائیں اور اپنی اس کمی کا اقرار کر کے اُس سے ملتجی ہوں کہ وہ اپنی رُوح پاک کے وسیلے سے یہ برکت جس کی ہمیں بہت ہی ضرورت ہے عطا فرمائے۔ اور دعا مانگنے کے بعد یہ اُمید رکھیں کہ وہ ضرور ایسا کریگا بھی (۱ یوحنا ۵: ۱۴ و ۱۵۔ فلپی ۴: ۱۹) دوم۔ پھر ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ یسوع مسیح رُوحوں کے لئے بڑی گہری محبت رکھتا تھا (متی ۲۸: ۳۷ ولوقا ۱۹: ۱۰) اگر ہم برابر

اُس کی صحبت میں رہیں اور اُس کی قربت میں زندگی بسر کریں تو وہ خوبی جو اُس کی زندگی میں بکثرت پائی جاتی تھی ہماری زندگیوں میں بھی پیدا ہو جائیگی سوم۔ ہم یہ یاد رکھیں۔ کہ محبت کی تحریکیں سوچنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے دل میں کسی طرح کی محبت یا ہمدردی کی تحریک پیدا ہو تو چاہئے کہ ہم ایسے خیالات کو یا سوچ و فکر کو اپنے دل میں جگہ دیں جو اُس تحریک کو پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس بات کے سوچنے پر کافی وقت لگائیگا کہ وہ رُوح جو یسُوع مسیح میں نہیں پائی جاتی سخت خطرے اور کمبختی کی حالت میں ہے۔ اور نیز اس بات پر غور کریگا کہ وہ خُدا کی نظر میں بیش قیمت ہے کہ اُس کی نجات کے لئے خُدا کے بیٹے کو اپنی جان دینی پڑی۔ تو یقیناً اُس میں اُس کی نجات کی گہری آرزو پیدا ہو جائیگی۔ چہارم۔ اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ مسیح سے جُدا ہماری حالت کیسی بربادی اور بدبختی کی حالت تھی۔ مگر مسیح نے ہمارے بچانے کے لئے کیسی بڑی قربانی خُدا کے حضور چڑھائی۔ اس سے بھی ہمارے دل اس خواہش سے بھر جائینگے کہ ہم اوروں کو بھی اُس نجات دہندہ کے پاس لائیں جس میں ہم نے آرام اور سلامتی پائی۔

۳۔ جو شخص لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے کام میں حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہے اُس کے لئے لازمی امر ہے کہ وہ اپنی بائبل کو استعمال کرنا جانے۔ خُدا کا کلام رُوح کی تلوار ہے (افسی ۶:۱۷) یہ وہ آلہ ہے جسے خُدا گناہ سے قائل کرنے۔ مسیح کو ظاہر فرمانے اور لوگوں کو نئی پیدائش بخشنے کے کام میں استعمال کرتا ہے۔ اگر ہم خُدا کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیں تو ہم اس بات کو نظر انداز نہ کریں کہ بائبل ہی وہ ہتھیار ہے جس پر ہمیں تکیہ کرنا ہے اور جسے ہمیں لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے کام میں استعمال کرنا چاہئے۔

لیکن ہمیں یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ہم اُسے کس طرح استعمال کریں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے (۱) کہ اُنہیں نجات دہندے کی ضرورت ہے (۲) کہ وہ نجات دہندہ جس کی اُنہیں ضرورت ہے یسوع ہے (۳) کہ وہ اُس نجات دہندے کو کس طرح اپنا نجات دہندہ بنا سکتے ہیں؟ (۴) کہ اُن مشکلات کو جو اُن کی راہ میں حائل ہیں جن کے سبب سے وہ اُسے قبول نہیں کر سکتے کس طرح دُور کرنا چاہیئے۔ کتاب کے باقیماندہ حصہ کے بہت سے اوراق اسی بات کے بیان کی نذر کئے جائینگے۔

Anwar A. Rani

۴۔ جو شخص لوگوں کو مسیح کے پاس لانا اور اس کام میں حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے لازم ہے کہ وہ بہت دُعا مانگا کرے۔ رُوحوں کے بچانے کے کام میں یہ ضروری امر ہے کہ قدم قدم پر دُعا کی جائے (۱) ہمیں اس بات کے لئے دعا مانگنی چاہیئے کہ خدا ہماری رہنمائی کرے کہ ہم فقط اُنہی لوگوں کے پاس جائیں جن کے پاس ہمیں جانا چاہیئے۔ اور جو ہماری بات کو کان دھر کر سنیں خدا نہیں چاہتا کہ ہم ہر شخص سے جو ہمیں ملے گفتگو کرنے لگ جائیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو ہم اپنے بہت سے بیش قیمت وقت کو ایسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں ضائع کرینگے۔ جن کی مدد ہم کسی صورت نہیں کر سکتے۔ ہم وہ وقت ایسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں صرف کر سکتے تھے جن کو ہماری بات چیت سے بہت فائدہ پہنچتا۔ صرف خدا ہی اس بات کو جانتا ہے کہ ہم کس سے گفتگو کریں۔ پس ہمیں اُسی کے پاس جا کر یہ التجا کرنی چاہیئے۔ کہ اے خداوند اُس شخص کو مجھ پر ظاہر کر جس کے پاس تو مجھے بھیجنا چاہتا ہے۔ اور پھر اس بات کی اُمید رکھیں کہ وہ ضرور جواب دیگا (اعمال ۸: ۲۹)۔ (۲) پھر ہمیں یہ دُعا مانگنی

چاہئے کہ خدا ہمیں یہ بھی سکھائے کہ ہم اُن لوگوں سے جن کے پاس وہ ہمیں
لے جاتا ہے کیا کہیں۔ بائبل کے اُن تمام مقامات کا جن کا علم مختلف
قسم کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے مطالعہ
کرنے کے بعد بھی اس بات کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ ہر خاص شخص کے
متعلق خدا ہماری ہدایت کرے۔ تمام تجربہ کار کارندے اس بات پر گواہی
دینگے کہ بہت حالتوں میں خدا نے اُن کی ہدایت کی اور انہیں یہ بتلایا کہ وہ
کس خاص آیت کو کام میں لائیں۔ اور کہ اگر یہ الٰہی ہدایت نہ ہوتی تو وہ
کبھی اُس آیت یا آیات کو کام میں نہ لاتے۔ مگر اُس آیت کے استعمال سے
اُن کو معلوم ہو گیا کہ اُس وقت کی ضرورت کے لئے وہی موزوں تھی (۳)
پھر ہم یہ دُعا کریں کہ وہ اُس بات میں جس کے کہنے کی اُس نے ہدایت کی
ہے نہایت ہی پُر اثر ہو۔ ہمیں نہ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ خدا
ہمیں پیغام دے بلکہ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ وہ اُس کے ساتھ طاقت
بھی بخشے تاکہ وہ پیغام لوگوں کے دلوں پر اثر کرے۔ بہت سے کارندوں
کو یہ سبق اُن تجربوں کے وسیلے جو انہیں خاکسار بناتے ہیں سیکھنا پڑتا ہے
وہ کسی کھوئے ہوئے یا گم گشتہ آدمی کے پاس بیٹھ کر بات چیت کرتے۔
دلیلیں لاتے۔ منت و سماجت سے کام لیتے اور خدا کے کلام کی آیات سناتے
ہیں۔ پر وہ شخص مسیح کو قبول نہیں کرتا۔ آخرکار اُن پر یہ بات منکشف ہو
جاتی ہے کہ وہ اُس آدمی کو اپنی طاقت سے مسیحی بنانا چاہتے تھے۔ پھر تو وہ
فروتنی اور سرگرمی سے آہیں آواز بلند کرتے ہیں کہ اے خدا ہمیں اپنی طاقت
بخش۔ خدا اُن کی سُنتا ہے اور تھوڑے عرصہ کے بعد یہ دیکھنے میں آتا ہے
کہ وہی آدمی جسے مسیح کے پاس لانا مشکل معلوم ہوتا تھا ایمان لا کر

مسیح میں خوشی کرتا ہے (۴)۔ پھر جب ہمارا کام خاتمہ کو پہنچ جائے تو ہم خدا سے یہ دعا مانگیں کہ اُسے جاری رکھے۔ جب ہم اُس کام کو جو کسی خاص شخص کے متعلق ہمیں ایک فرض معلوم ہوا تھا انجام دے چکیں تو اُس کا نتیجہ خواہ کچھ ہی ہو کامیابی ہو یا ناکامی ہو۔ تو پھر ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اُسے دعا کے وسیلے خدا کے حوالہ کریں۔

ہم یاد رکھیں کہ اس جلد باز زمانہ میں اگر خداوند کا کام کرنے والوں کو کسی بات کے یاد رکھنے کی ضرورت ہے تو اس بات کی ہے کہ وہ زیادہ دعا کرنے والے بن جائیں۔ زیادہ دعا کرنے سے ہم کچھ کم کام نہیں کرینگے بلکہ یہ یقینی امر ہے کہ بہت کچھ کر گزرینگے۔

۵۔ وہ جو لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے کام میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ اُس کے لئے ضروری امر ہے کہ وہ رُوح کا بپتسمہ پائے ہوئے ہو۔ جب یسُوع نے شاگردوں کو یہ عظیم حکم دیا کہ وہ جائیں اور لوگوں کو اُس کے پاس لائیں۔ تو اُس نے یہ فرمایا کہ جب رُوح القُدس تم پر نازل ہوگی تو تم قوت پاؤ گے۔ لوگوں کی رُوحوں کے بچانے کی عظیم شرط اب بھی وہی ہے جو اُس وقت تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ رُوحوں کے بچانے کے لئے اُس وقت نکلو جب رُوح القُدس تم پر نازل ہو جائے۔ مابعد کے ابواب میں سے ایک باب اسی بات کے دکھانے کی نذر کیا جائے گا کہ رُوح پاک کا بپتسمہ کیا ہے اور کس طرح ہر مسیحی اُسے حاصل کر سکتا ہے۔

دوسرا باب

کام کس طرح شروع کریں

جب خدا کی طرف سے ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم فلاں شخص کو مسیح کے پاس لانے میں کوشش کریں تو پہلی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ "ہم کس طرح اس کام کو شروع کریں"؟ اگر وہ آدمی اُس کمرے میں آئے جہاں دین کے متلاشی حقیقت کے دریافت کرنے کے لئے جمع ہیں یا اگر وہ اس میٹنگ میں جو بڑی میٹنگ کے بعد کرتی ہے حاضر ہو یا اگر وہ دعا کے کسی جلسہ یا سنڈے سکول یا کسی عام عبادت کے جلسے میں موجود ہو تو اس کام کا شروع کرنا چنداں مشکل نہ ہوگا کیونکہ اُس وقت ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ "بھائی آپ مسیحی ہیں یا نہیں"؟ "کیا آپ مسیحی بننا چاہتے ہیں"؟ یا اس طرح کا کوئی اور سیدھا اور صاف سوال پوچھ سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دینی گفتگو کا سلسلہ شروع ہو جائیگا۔ لیکن اگر وہ شخص ایسا ہے جس سے تم نے پریئر میٹنگ کے کمرے کے باہر ملاقات کی ہے یا کسی اور جگہ اُس میں دلچسپی لینی شروع کی۔ یا اگر وہ بالکل اجنبی ہے تو اُس کے ساتھ اس امر کی سلسلہ جنبانی شروع کرنا آسان نہ ہوگا۔ تاہم بہت مشکل بھی نہیں ہے۔ ہم اُس شخص کے ساتھ شروع میں کسی عام مضمون یا اُن واقعات پر جو حال ہی میں سرزد ہوئے ہیں گفتگو شروع کر سکتے ہیں۔ اور یوں اُسے تھوڑی دیر کے بعد باتیں کرتے کرتے نجات کے عظیم مضمون کی طرف لا سکتے ہیں۔ سامریہ کی عورت کے ساتھ جو گفتگو مسیح نے کی جس کا

حال یوحنا کے چوتھے باب میں قلمبند ہے اسی بات کی عمدہ نظیر ہے۔

بعض اوقات یہ اچھا ہوتا ہے کہ جب ہم اجنبیوں کے ساتھ گفتگو شروع کریں تو ہم فوراً اپنے اصل مضمون کو پیش کریں۔ مثلاً اُن سے فوراً یہ دریافت کریں کہ آیا وہ مسیحی ہیں یا نہیں ہیں۔ اُنہوں نے نجات پائی ہے یا نہیں پائی ہے۔ یا کوئی اسی قسم کا اور سوال اُن سے پوچھیں۔ اگر یہ کام سرگرمی اور تہذیب سے کیا جائے تو بہتوں کو جو کبھی اس قسم کے مضامین پر سوچتے بھی نہیں غور کرنے کی ترغیب ملیگی اور وہ اخر کار مسیح کو قبول کرینگے ہم یہ دیکھ کر دنگ ہو جاتے ہیں کہ جو لوگ اس کام کو خاکساری کے ساتھ خدا پر بھروسہ کرکے اور اُس کی ہدایت کے مطابق ہاتھ لگاتے ہیں وہ بسا اوقات یہ دیکھتے ہیں کہ خدا نے راہ پہلے ہی سے تیار کر رکھی تھی اور اُنہیں ذرا بھی مخالفت نہ اُٹھانی پڑی ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کاتب اوراق کو شہر شکاگو کے ایک بڑے آباد بازار میں ایک شخص سے ملنے کا اتفاق ہؤا۔ دیکھتے ہی یہ خیال دل میں آیا کہ اُس سے نجات دہندے کی بابت گفتگو کرنی چاہئے۔ بندہ وہیں ٹھہر گیا اور خدا سے یہ دعا مانگی کہ اے مالک مجھ پر ظاہر فرما کہ یہ تحریک جو اسوقت میرے دل میں پیدا ہوئی ہے تیری طرف سے ہے یا نہیں۔ بعد ازاں میں اُس کی طرف گھوما اور اُس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اور بازار کے عین بیچوں بیچ اُس سے جا ملا۔ اور اُس کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرے دوست کیا آپ مسیحی ہیں"؟ وہ چونک اُٹھا اور یوں گویا ہؤا۔ "یہ بڑا عجیب سوال ہے جو آپ پوچھتے ہیں۔ کوئی راہ چلتے سے بھی ایسا سوال پوچھا کرتا ہے"؟ میں نے کہا "میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور آپ میری بات کا یقین

کریں کہ میں ہر ایک اجنبی سے اِس قسم کا سوال نہیں کیا کرتا۔ لیکن خُدا نے اس وقت یہ بات میرے دل میں ڈالی کہ آپ سے یہ سوال پوچھوں"۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اُس نے مجھ سے کہا کہ میرا ایک چچازاد بھائی خادم الدین ہے اور ایک عرصہ سے زور لگا رہا ہے کہ میں بھی مسیح کو قبول کروں۔ اور یہ بھی کہا کہ میں امہرسٹ کالج کا گریجوایٹ ہوں مگر شراب خوری نے برباد کر رکھا ہے تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہم نے اپنی اپنی راہ لی۔ لیکن بعد میں اُس شخص نے مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کیا۔

اکثر اوقات یہ بہتر ہوتا ہے کہ ہم اس مضمون پر گفتگو کرنے سے پہلے آدمی کے دل میں اپنا اعتبار اور محبت قائم کریں۔ مناسب ہے کہ ہم پہلے کسی شخص کو چُن لیں اور پھر اُسے مسیح کے پاس لانے کی تجویزیں سوچیں۔ اُس سے دوستی پیدا کریں۔ ہر امر میں اُس کی طرف متوجہ ہوں۔ اور بار بار اُس کے لئے مہربانی کے چھوٹے موٹے کام انجام دیں اور پھر جب کوئی موزوں موقعہ ہاتھ آئے تو اس خاص سوال پر گفتگو شروع کریں۔ ایک دفعہ ایک پکا بے دین جو شہر شکاگو میں رہا کرتا تھا اسی طرح ایک عورت کے وسیلے سے جس نے اُسے بیمار اور تنہا پایا تھا مسیح کے پاس لایا گیا۔ وہ اُس کے پاس بار بار گئی اور کئی طرح کی مہربانیاں اُس پر کیں۔ اور جب تصدیق کے آثار بخوبی نمایاں ہو گئے تو نجات دہندہ کا تذکرہ شروع کیا۔ اور اُسے مسیح کو قبول کرتے دیکھ کر مسرور ہوئی۔

پھر کبھی کبھی یہ بھی مفید ہوتا ہے کہ جس شخص سے ہم بات چیت کرنا چاہتے ہیں اُس کے ہاتھ میں پہلے کوئی ٹریکٹ جو بڑی دانشمندی سے انتخاب کیا گیا ہو رکھ دیں۔ اس سے بھی ہم بڑی آسانی سے اپنا مضمون شروع کرنے کا موقع پاتے ہیں۔ ایک دن میں (لوڈی صاحب) ریل گاڑی میں سفر کر

رہا تھا اور خدا سے دُعا مانگ رہا تھا کہ اے خُدا مجھے آج استعمال کر۔ کہ مَیں کسی نہ کسی کو تیرے بیٹے کی طرف کھینچ لاؤں۔ ایک نوجوان عورت جو ایک خادم الدین کی بیٹی تھی اور جس کے ساتھ مَیں ایک مرتبہ پہلے بھی مسیح کی نسبت گفتگو کر چکا تھا۔ ایک دوست کے ساتھ ٹرین میں داخل ہوئی اور میرے سامنے بنچ پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے ٹریکٹوں کا ایک پیکٹ نکالا۔ اور اُس میں سے ایک ٹریکٹ جو اُس کی حالت کے مطابق معلوم ہوتا تھا چن کر اُس کے حوالہ کیا اور کہا کہ آپ اس کا مطالعہ کریں۔ وہ اُسے پڑھتی جاتی تھی اور مَیں دُعا مانگتا جاتا تھا جب وہ اُسے ختم کر چکی تو مَیں نے جھک کر پوچھا کہ آپ کی رائے اس ٹریکٹ کی نسبت کیا ہے؟ اُس ٹریکٹ نے اُس کے دل کو چھید ڈالا۔ یہ حالت دیکھ کر مَیں نے اُس سے پوچھا کیا آپ اسی وقت مسیح کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں؟ اُس کی تمام مشکلات کا جواب اُسی وقت دیا گیا۔ اور اُس نے وہیں مسیح کو قبول کیا۔ ٹرین سے اُترتے وقت اُس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "جو کچھ آپ نے میرے لئے کیا مَیں اُس کے لئے آپ کی بہت ہی شکر گزار ہوں"۔

آپ کو اکثر اوقات ایسے اشخاص ملینگے جن کے چہرے ہی سے بدبختی اور بے قناعتی ٹپکتی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے شخصوں سے گفتگو کرتے وقت یہ سوال کرنا چاہیئے "آپ خوش تو ہیں؟" اور جب اس قسم کا شخص یہ جواب دے کہ "نہیں مَیں خوش نہیں ہوں"۔ تو اُس کو یہ مژدہ دینا چاہیئے۔ کہ مَیں آپ کو ایک شخص کی خبر دیتا ہوں۔ جو آپ کو بشرطیکہ آپ اُسے قبول کریں خوشی اور راحت بخشیگا۔ گفتگو شروع کرنے کی حکمت مشق سے آئیگی۔ شروع شروع میں شاید یہ کام کٹھن معلوم ہو مگر جوں جوں ہم اس کام کو

کرتے جائینگے اُسی قدر سہولت ہوتی جائیگی۔

جب گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو پہلی بات جس کا جاننا ہمارے لئے ضروری ہوتا ہے یہ ہے کہ جس آدمی کے ساتھ ہم بات چیت کرنے لگے ہیں اُس کی حالت کو جانیں جب ہم یہ جان جائیں گے تو ہمیں یہ بات بھی معلوم ہو جائیگی کہ ہم کس طرح اُس سے پیش آئیں۔ جو ابواب اس باب کے بعد آئینگے اُن میں مختلف آدمیوں کی وہ تمام اقسام جن سے کارندوں کو واسطہ پڑتا ہے بیان کی گئی ہیں۔ اور جو بات دریافت کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ جس آدمی کے ساتھ ہمارا تعلق ہے وہ کس طبقہ کے لوگوں سے علاقہ رکھتا ہے؟ اور اس بات کو دریافت کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ اوّل اُس سے ذیل کے سوالات پوچھنے سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے:۔ "کیا آپ مسیحی ہیں"؟ "کیا آپ نے نجات حاصل کی ہے"؟ "کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے گناہ معاف ہو گئے ہیں"؟ "کیا آپ کو ہمیشہ کی زندگی مل گئی ہے"؟ "کیا آپ دُنیا کے سامنے یسوع کا اقرار کرتے ہیں"؟ "کیا آپ یسوع کے دوست ہیں"؟ "کیا آپ نے نئی پیدائش پائی ہے"؟ اب یہ ممکن ہے کہ وہ شخص اپنی جہالت کے سبب سے یا ہمیں دھوکا دینے کے لئے جھوٹے جواب دے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اُس کے جوابات سے اور نیز جوابات کی طرز سے بہت درجہ تک یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ اُس آدمی کی اصل حالت کیا ہے۔ دوم۔ اُس شخص کی حالت اُس کے چہرے سے بہت درجہ تک عیاں ہو جائیگی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس بات کو آدمی کے الفاظ چھپاتے ہیں۔ اُس کا چہرہ اُسے ظاہر کر دیتا ہے۔ جو شخص لوگوں کے چہروں کے سمجھنے کی لیاقت رکھتا ہے۔ وہ کئی لوگوں کی بابت فقط چہروں ہی کو دیکھ کر یہ بتلا دیتا ہے کہ اُن کے دل کی حالت کیا ہے۔ وہ اُن کے بتانے کا

چنداں محتاج نہیں ہوتا۔ سوم۔ رُوح القدس اس بات کو ہم پر ظاہر کریگی۔ اگر ہم اس معاملہ میں مدد کے لئے رُوح کی طرف دیکھینگے تو وہ ہمارے دلوں پر اُس آدمی کی حالت منکشف کردیگی اور نیز یہ بتلادیگی کہ اُس کے لئے کلام کے کونسے مقام کی ضرورت ہے۔

جب یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اُس آدمی کی حالت کیا ہے تو دُوسری بات جو ہمیں کرنی چاہئے یہ ہے کہ ہم اُسے جہاں تک ہو سکے سیدھا مسیح کے پاس لائیں تاکہ وہ اُسے اپنا ذاتی اور شخصی نجات دہندہ اور مالک سمجھ کر اُس پر ایمان لائے۔ یہ بات ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ ہمارا مقدم کام یہ نہیں کہ ہم لوگوں کو یہ ترغیب دیں کہ وہ کلیسیا کے ممبر بن جائیں۔ یا وہ اپنی بُری عادات کو چھوڑ دیں یا کوئی ایسا ہی اور کام کریں۔ ہمارا مقدم کام یہ ہے کہ وہ یسُوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کریں۔ اور یہ ایمان لائیں کہ اُس نے ہمارے لئے صلیبی موت اختیار کی اور کہ صرف اُسی کے وسیلے سے ہمیں کامل معافی ملتی ہے اور فی الفور ملتی ہے۔ اور نیز یہ مانیں کہ وہی اکیلا اس لائق ہے کہ ہم اپنے آپ کو اُس کے سپرد کریں تاکہ وہ ہمارے خیالات۔ جذبات۔ ارادات اور اعمال کے متعلق ہماری رہنمائی کرے۔ پھر جب کوئی شخص اس صورت میں مسیح کو قبول کر چکے تو ہمارا دوسرا کام یہ ہونا چاہئے کہ ہم اُسے خدا کے کلام سے دکھائیں کہ اُس نے گناہوں کی معافی اور ہمیشہ کی زندگی پالی ہے مثلاً اعمال ۱۰: ۴۳ و ۱۳: ۳۹ یوحنا ۳: ۳۶ و ۵: ۲۴ جیسے مقامات اس مطلب کے لئے نہایت مفید ثابت ہونگے۔ اس کے بعد اُسے یہ بتلانا چاہئے کہ وہ کیونکر مسیحی زندگی میں جسے اُس نے اب اختیار کیا ہے کامیاب ہو سکتا ہے۔ ہم ذرا آگے چل کر بتلائینگے کہ یہ کامیابی کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ ہر شخص کو کلام کے

استعمال کے وسیلے سے مسیح کے قبول کرنے پر آمادہ کرنا چاہئے۔ اس باب کے بعد جو ابواب آنے والے ہیں، ہم اُن میں دکھائینگے کہ لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے کام میں کلام الٰہی کا کونسا خاص مقام یا آیت اس یا اُس قسم کے لوگوں کے لئے استعمال کرنی چاہیئے۔

تیسرا باب

بے پرواہ اور بے توجّہ لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے

ایک قسم کے لوگ جن سے اکثر ملنے کا اتفاق ہوتا ہے وہ ہیں جو دینی معاملات میں بے پروا یا بے توجّہ ہوتے ہیں۔ اس طرز کے لوگوں سے پیش آنے کے کئی طریقے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اُن پر یہ بات ظاہر کی جائے کہ اُنہیں ایک نجات دہندہ کی ضرورت ہے اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے رومیوں ۳:۲۳ آیت ایک عمدہ آیت ہے "سب نے گناہ کیا اور خُدا کے جلال سے محروم ہیں"۔ جس کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو اُس سے یہ الفاظ "کیونکہ سب نے گناہ کیا اور خُدا کے جلال سے محروم ہیں"۔ پڑھواؤ پھر اُس سے پوچھو کہ کس نے گناہ کیا؟ "سب نے"۔ پھر پوچھو اُس "سب نے" میں کون شامل ہے؟ اور جب تک وہ یہ نہ کہے کہ "اس میں مَیں بھی شامل ہُوں"۔ تب تک سوال کرتے جاؤ۔ ازاں بعد اُس سے یہ سوال کرو کہ "آپ نے کیا کیا ہے"؟ اور جب تک وہ یہ جواب نہ دے

کہ "میں نے گناہ کیا اور میں خدا کے جلال سے محروم ہوں"۔ تب تک سوالات کا سلسلہ جاری رکھو۔ ممکن ہے کہ وہ اس صورت سے اپنی اُس ضرورت کو محسوس کرنے لگ جائے کہ "مجھے نجات دہندہ کی ضرورت ہے"۔ ایک اور عمدہ آیت جو اِس مقصد کو پورا کر سکتی ہے یسعیاہ ۵۳: ۶ ہے۔ آیت پڑھنے کے بعد اُس سے پوچھو کہ وہ کون ہے جو بھیڑوں کی مانند بھٹک گیا ہے؟ اور پھر سوال کرتے کرتے اُس کو ایسے موقعہ پر لاؤ جہاں اُسے مجبوراً اس بات کا اقرار کرنا پڑے کہ "میں ہی بھیڑ کی طرح بھٹک رہا ہوں"۔ پھر اُس سے یہ پوچھو کہ وہ اپنی راہ سے بھٹک گیا ہے تو کس طرح کی بھیڑ ہے؟ اور اُسے ہلنے نہ دو جب تک کہ وہ یہ نہ کہے کہ وہ ایک کھوئی ہوئی بھیڑ ہے۔ پھر یہ سوال کرو "اب آپ فرمایئے کہ آپ کیسی بھیڑ ہیں؟" کھوئی ہوئی بھیڑ پھر پوچھو کہ خدا نے آپ کے گناہ کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اور اس بات کو نہ چھوڑو جب تک کہ اس آیت کی صداقت ظاہر نہ ہو۔ یعنی وہ یہ نہ سمجھے کہ خدا نے اُس کے گناہ کو مسیح پر ڈال دیا ہے۔ اس کے بعد وہ تیار ہوگا کہ آپ اُس سے یہ سوال کریں "کیا آپ اُس نجات دہندہ کو جس پر خدا نے آپ کا گناہ ڈال دیا ہے قبول کرنے کو تیار ہیں؟" پھر ایک اور آیت جو ایسے موقعوں پر استعمال کی جا سکتی ہے۔ زبور ۱۳۰: ۳ آیت۔ "اے خداوند اگر تو گناہ کا حساب لے تو اے خداوند کون کھڑا رہیگا"؟ آیت پڑھنے کے بعد پوچھو "بھلا اگر خداوند گناہ کا حساب لے تو آپ کھڑے رہ سکتے ہیں؟" میں اس قسم کے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے متی ۲۲: ۳۷ و ۳۸ کو بہ نسبت کسی اور مقام کے زیادہ استعمال کیا کرتا ہوں۔ یہ مقام اُس شخص سے پڑھوانے سے پیشتر بہتر ہے کہ اُس سے یہ کہا جائے "کیا آپ جانتے

ہیں کہ آپ نے ایسا بڑا گناہ کیا ہے کہ اُس سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں ہے"۔ ممکن یہ ہے کہ وہ یہ جواب دے "نہیں میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا ہے" پھر اُس سے پوچھو کہ سب سے بڑا گناہ جو آدمی کر سکتا ہے کیا ہے؟ جب وہ اس سوال کا جواب دے چکے تو اُس سے کہو "اب آپ دیکھئے کہ خدا کس بات کو سب سے بڑا گناہ سمجھتا ہے"۔ پھر آیات مرقومہ بالا پڑھو اور اُس سے پوچھو "پہلا اور سب سے بڑا حکم کیا ہے"؟ اس سوال کے بعد یہ سوال کرو "اب بتایئے کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے"؟ وہ فوراً اس سوال کا یہ جواب دیگا کہ سب سے بڑے حکم کو توڑنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ پھر اُس سے یہ پوچھو کہ آپ نے اس حکم کو مانا ہے یا نہیں؟ اور جب وہ یہ اقرار کرے (اور یہ اقرار اُسے کسی نہ کسی وقت کرنا ہی پڑیگا) کہ میں نے اس حکم کو نہیں مانا۔ تو اس کے بعد اُسے پوچھو کہ آپ خدا کی نظر میں کس بات کے مجرم ہیں؟ اور اُس سے یہ سوال کرتے ہی جاؤ تاوقتیکہ وہ یہ نہ مانے کہ ہاں میں نے بے شک وہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے جو انسان کر سکتا ہے۔ یہ مثال اس آیت کے استعمال کے طریق کو ہم پر بخوبی ظاہر کریگی کہ ایک دفعہ میں ایک ذہین نوجوان کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ بدیں غرض کہ اُسے مسیح کے پاس لاؤں۔ وہ نوجوان نہ اپنے گناہ کو پہچانتا تھا اور نہ اس بات کو محسوس کرتا تھا کہ مجھے نجات دہندہ کی ضرورت ہے۔ میں نے جب اُس سے پوچھا کہ آپ مسیحی ہیں تو اُس نے مجھے یہ جواب دیا۔ کہ میں ہمیشہ سے مسیحی ہوں۔ لیکن اُس کے اطوار سے یہ بات آپ ہی آپ ٹپک رہی تھی کہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا بھی نہیں کہ مسیحی ہونا کسے کہتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ نے نئی پیدائش پائی ہے؟ مگر وہ جواب کیا دیتا وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ زاں بعد میں نے

اُس سے یہ پوچھا "کیا آپ سب سے بڑے گناہ کے کبھی مرتکب ہوئے ہیں؟" اُس نے جواب دیا "نہیں مَیں نے اپنی تمام عمر میں کوئی ایسا گناہ نہیں کیا۔" مَیں نے پوچھا کہ "آپ کی دانست میں سب سے بڑا گناہ ہے کیا؟" کہا "خون" مَیں نے اپنی بائبل لی اور متی ۲۲: ۳۷ و ۳۸ نکال کر اُس سے کہا کہ آپ ان آیتوں کو ازراہ نوازش پڑھ لیجئے جب وہ پڑھ چُکا تو مَیں نے اُس سے کہا۔ اگر یہ سب سے بڑا حکم ہے تو فرمایئے کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میری رائے میں اس حکم کا توڑنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ تب مَیں نے اُس سے پوچھا کیا آپ اس حکم کو مانتے رہے ہیں؟ اس کی تعمیل کرتے رہے ہیں؟ کیا آپ نے خُدا کو ہر بات میں مقدم جگہ دی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں مجھ سے ایسا نہیں ہُوا ہے۔ اس کے بعد مَیں نے یہ سوال کیا۔ "پھر آپ کس بات کے مجرم ہیں"؟ خُدا کی رُوح نے ان آیتوں کو اُس کے دل پر نقش کر دیا اور اُس نے بڑی سرگرمی کے ساتھ یہ جواب دیا "مَیں نے وہ سب سے بڑا گناہ جو آدمی کر سکتا ہے کیا ہے۔ لیکن مَیں نے اپنی زندگی میں آگے کبھی اس بات کو نہیں پہچانا تھا" ایک اور آیت جو پُرتاثیر صورت میں ایسے موقعوں پر کام آ سکتی ہے یوحنا ۸: ۳۴ آیت ہے "جو کوئی گناہ کرتا ہے گناہ کا غلام ہے۔" جس شخص کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو اُس سے پوچھو "جو شخص گناہ کرتا ہے وہ کیا ہے؟" اور پھر اُس سے پوچھو۔ "آپ بھی کبھی گناہ کرتے ہیں؟" جب وہ اس کا جواب دے تو اُس سے پوچھو "اگر آپ گناہ کرتے ہیں تو آپ کیا ہیں"؟ اور اُسے نہ چھوڑو جب تک اُس سے یہ نہ کہلوا لو "گناہ کا غلام"۔ زاں بعد اُس سے یہ دریافت کرو "کیا آپ ایسی خوفناک غلامی سے آزاد ہونا نہیں چاہتے؟" اُس کے ساتھ برابر اسی مضمون

پر گفتگو کرتے جاؤ جب تک کہ وہ اس بات کو محسوس نہ کرے کہ "مجھے یسوع مسیح کی ضرورت ہے تاکہ وہ مجھے گناہ کی غلامی سے آزاد کرے"۔ اسی طرح رُوح پاک نے یسعیاہ ۵۷: ۲۱ کو بھی بار بار اُن لوگوں کی نجات کے لئے استعمال کیا ہے جو انجیل کے دعوؤں کی طرف ذرا توجہ نہیں کرتے۔ جب یہ آیت "میرا خُداوند فرماتا ہے شریروں کے لئے سلامتی نہیں ہے"۔ آہستہ آہستہ سنجیدگی اور سرگرمی کے ساتھ پڑھی جائے۔ تو اُس سے پوچھو کہ وہ کون ہے جو یہ کہتا ہے؟ پھر یہ پوچھو کیا یہ بات سچ ہے کہ شریر کے لئے سلامتی نہیں ہے؟ پھر یہ پوچھو "کیا یہ بات آپ کے حق میں بھی راست ہے"؟ کیا آپ کو سلامتی حاصل ہے؟ ایک رات کا ذکر ہے کہ ایک بے پرواسا جوان شہر شکاگو میں ہمارے خیمہ میں سے نکل کر جا رہا تھا۔ جب وہ میرے پاس سے گذرا تو مَیں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ "آپ کو نجات دہندہ کی ضرورت ہے"۔ اُس نے کہا۔ "آپ کو کس طرح معلوم ہُوا کہ مجھے ایک نجات دہندہ کی ضرورت ہے"؟ مَیں نے جواب دیا۔ خُدا نے ایسا فرمایا ہے اور پھر مَیں نے مرقومہ بالا مقام پڑھ کر سنایا۔ اُس نے کوشش کی کہ بات کو ہنسی میں اُڑا دے۔ چنانچہ کہنے لگا یہ آیت میرے حق میں صحیح نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ غصّہ سے بھر گیا اور چیں بجبیں ہو کر خیمہ سے نکل گیا۔ لیکن دوسری شام کو مَیں نے اُس کو ایک مسیحی کارندہ کے ساتھ دُعا میں گھٹنے ٹیکے ہوئے دیکھا۔ جب وہ دعا سے فارغ ہُوئے تو وہ کارندہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ جب مَیں اُس کے نزدیک پہنچا تو اُس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا "مَیں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ آپ نے کل فرمایا تھا صحیح تھا۔ مجھے سلامتی حاصل نہ تھی"۔ مَیں نے پوچھا کیا

آپ نے اب مسیح کو قبول کر لیا ہے؟ کہا "ہاں کر لیا ہے"۔

گلتیوں ۳ : ۱۰ بھی ایک ایسی آیت ہے جو ہم اکثر اوقات بے پرواہوں کے ساتھ مذہبی بات چیت کرتے وقت استعمال کیا کرتے ہیں۔ جب وہ شخص جس سے آپ بات چیت کر رہے ہیں اس آیت کو جس کے الفاظ یہ ہیں پڑھ چکے "کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں۔ وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں"۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی اُن سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے" تو آپ اُس سے پوچھیں کہ "جو کوئی اُن سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں" وہ کیا ہے؟ جب وہ کہے "لعنتی" تو پوچھو کہ کیا آپ "اُن سب باتوں کے کرنے پر قائم رہے ہیں جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں"؟ اور جب وہ یہ جواب دے "نہیں" تو اُس سے صاف صاف لفظوں میں پوچھو۔ "پھر آپ کیا ہیں"؟ اور جب تک وہ یہ نہ مانے کہ مَیں لعنت کے نیچے ہوں۔ تب تک اُسے نہ چھوڑو۔ کئی متلاشیوں کا یہ حال ہو جائیگا کہ ہم اُنہیں خدا کے فضل سے بہت جلد اسی باب کی ۱۳ آیت تک لے جائینگے اور اُنہیں دکھا سکینگے کہ وہ کس طرح اُس لعنت کی تحت سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح رومی ۶ : ۲۳ بھی بعض اوقات پُر اثر صورت میں استعمال کی جا سکتی ہے "گناہ کی مزدوری موت ہے"۔ پوچھو "گناہ کی مزدوری کیا ہے"؟ پھر یہ دریافت کرو "گناہ کی مزدوری کس کو ملتی ہے"؟ پھر "کیا آپ گنہگار ہیں"؟ "آپ نے کیا مزدوری کمائی ہے"؟ "کیا آپ اپنی یہ مزدوری لینا چاہتے ہیں"؟ یوحنا ۳ : ۳۶ بھی ایک ایسی آیت ہے جو اسی صورت میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ پوچھو "خدا کا غضب

کس پر رہتا ہے"؟ پھر یہ سوال کرو "کیا آپ ابیٹے پر ایمان لاتے ہیں"؟ پھر یہ سوال کیا جائے "آپ پر کیا رہتا ہے"؟ ازاں بعد یہ فیصلہ کن سوال پوچھا جائے "کیا آپ ایسی حالت میں جبکہ خُدا کا غضب آپ پر ہے رہنا چاہتے ہیں"؟

۲ تسلونیکی ۱: ۷-۹ اور یوحنا ۸: ۲۴ اور مکاشفات ۲۰: ۱۵ و ۲۱: ۸ و ۱۴: ۱۰-۱۱ یہ ایسے مقامات ہیں جو ایک پُرتاثیر صورت میں گناہ کے پھلوں یا نتیجوں کی تصویر کھینچتے ہیں۔ اگر یہ آیات استعمال کی جائیں تو لازم ہے کہ بڑی سرگرمی اور سنجیدگی سے پڑھی جائیں اور انہی پر بات چیت ہوتی رہے تاوقتیکہ آدمی ان کے ہیبت انگیز مطلب سے بخوبی واقف نہ ہو جائے۔

ایک اور طریقہ بھی ہے جس کے وسیلے سے ہم غافل اور بے پرواہ لوگوں کو بیدار کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اُنہیں جو کچھ یسوع مسیح نے اُن کے لئے کیا ہے دکھائیں۔ مَیں نے اس مطلب کے لئے یسعیاہ ۵۳: ۵-۶ کو بہت مفید پایا ہے۔ ایک مثال سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو جائیگی کہ ایک دفعہ ایک عورت نے درخواست کی کہ اُس کی لڑکی کے لئے دعا مانگی جائے۔ وہ لڑکی اُس وقت شاید بیس برس کی ہوگی۔ جوانی کا عالم تھا۔ جب عبادت ختم ہو گئی تو مَیں اُس نوجوان لڑکی کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ آپ کیوں ابھی مسیح کو قبول نہیں کر لیتی؟ اُس نے طیش میں آ کر اپنا پاؤں زمین پر مارا اور چین بجبیں ہوکر بولی "میری ماں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ ایسا کرنے سے مَیں اور بھی بدترین ہو جاؤنگی"۔ مَیں نے کہا کیا آپ تھوڑی دیر تک ٹھہر نہیں سکتی ہیں؟ جب وہ بیٹھ گئی۔ تو مَیں نے بائبل میں سے یہی مقام نکالا۔ اور پڑھنا شروع کیا۔ "پر وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے باعث کُچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر

سیاست ہوئی۔ تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہم چنگے ہوں۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا۔ پر خُدا نے ہم سبھوں کی بدکاری اُس پر لادی۔" مَیں نے ان آیات کی تشریح یا تفسیر کے لئے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہ نکالا۔ لیکن خُدا کی رُوح نے ان آیات کے وسیلے اس نوجوان لڑکی کا دل چھید ڈالا۔ اور آنسو اُس کے چہرے پر سے بہنے لگے۔ اُسی رات کو تو اُس نے مسیح کو قبول نہ کیا مگر بعد میں وہ اُس پر ایمان لائی۔ جب ہم ان آیات کو استعمال کریں اُس وقت اچھا ہوگا کہ ہم ضمیر کے جمع کے صیغہ کو چھوڑ کر اُس کی جگہ ضمیر واحد کا صیغہ استعمال کروائیں۔ "وہ میرے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا۔" "میری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔" وغیرہ یوحنا ۳: ۱۶ بھی اسی صُورت میں استعمال ہو سکتی ہے۔ مَیں ایک دفعہ ایک عورت سے گفتگو کر رہا تھا جو بالکل بے پرواہ اور بڑی سخت دل معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے مجھے اپنے گناہ کا سارا حال کہہ سنایا اور ایسی صورت میں معلُوم ہوتا تھا کہ اُسے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ اور جب مَیں نے اُس سے کہا۔ کہ آپ مسیح کو قبول کریں تو اُس نے صاف جواب دے دیا۔ کہ مَیں نہیں قبول کروں گی۔ مَیں نے اُسے ایک بائبل دے کر کہا کہ آپ اس آیت کو پڑھیں۔ اُس نے پڑھنا شروع کیا "کیونکہ خُدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا وغیرہ"۔ ابھی اُس نے یہ آیت ختم نہیں کی تھی کہ آنسو اُس کی آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ خُدا کی عجیب محبّت کے خیال نے یُوں اُس کے دل کو مُؤثر کیا۔ ا پطرس ۲: ۲۴ آیت بھی اسی قسم کی ایک آیت ہے۔ متلاشی سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کس کے گناہ تھے جنہیں یسُوع اپنے جسم پر اُٹھا کر صلیب پر چڑھا۔ اور اُسے اِدھر اُدھر بھٹکنے نہ دیں جب تک کہ وہ یہ نہ مانے کہ "وہ میرے گناہ تھے"

اسی طرح ذیل کے مقامات بھی یہ دکھانے کے لئے کہ مسیح نے ہمارے لئے کیا کیا اور کیا سہا ہے اس مطلب کی انجام دہی کے لئے مفید ہیں۔ ۱۔پطرس ۱: ۱۸-۱۹ لوقا ۲۲: ۴۴ اور متی ۲۷: ۴۶+

بے توجہ لوگوں کو جگانے کا ایک اور طریقہ بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انہیں دکھایا جائے کہ ہلاکت تک پہنچانے والا ایک وہ گناہ ہے جس میں وہ گرفتار ہیں۔ اور وہ یسوع کو رد کرنے کا گناہ ہے۔ عبرانی ۱۰: ۲۸-۲۹ اس غرض کے لئے نہایت عمدہ مقام ہے۔ یوحنا ۱۶: ۹ اور ۳: ۱۸-۲۰ اور اعمال ۲: ۳۶ بھی اس بات کی انجام دہی کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اور اکثر اوقات آپ ایسے لوگوں سے بھی ملاقی ہونگے جو آپ کو اس طرح کی بات چیت کرنے کا موقعہ ہی نہیں دینگے۔ ایسی حالتوں میں جو کچھ ہم کر سکتے ہیں سو یہ ہے کہ ہم خدا کی طرف ہدایت اور طاقت کے لئے دیکھیں۔ اور جب موقعہ ملے اُسے بڑی سرگرمی کے ساتھ کوئی چبھنے والی آیت پڑھنے کو دیں۔ مثلاً عبرانی ۱۰: ۲۸-۲۹ اور رومی ۶: ۲۳ اور یوحنا ۳: ۳۶ یسعیاہ ۵۷: ۲۱۔ اور پھر دل کے توڑنے اور چھیدنے کا کام خدا کی رُوح کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اس قسم کی کارروائی سے اکثر اوقات کئی رُوحوں نے نجات پائی ہے۔ جو مقامات کلامِ الٰہی میں سے اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ وہ اُن لوگوں کے سامنے بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں جو پورے پورے طور پر بے پرواہ یا بے توجہ تو نہیں ہیں مگر گناہ کو اچھی طرح نہیں پہچانتے اور نہ ہی اپنی ضرورت کو اس درجہ تک محسوس کرتے ہیں کہ انجیل کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ۔

چوتھا باب

اُن لوگوں کیساتھ کیا کرنا چاہئیے جو نجات پانے کیلئے فکر مند تو ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ کس طرح پائیں

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو نجات کے لئے فکر مند تو ہیں مگر نہیں جانتے کہ اُسے کس طرح حاصل کریں۔ اس قسم کے لوگوں کو مسیح کے پاس لانا مشکل کام نہیں ہے۔ شاید اس مقصد کے لئے بائبل کا کوئی اور مقام استعمال نہیں کیا جاتا جتنا یسعیاہ ۵۳: ۶ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس مقام سے نجات کی راہ جو خدا نے تیار کی ہے بخوبی روشن ہے۔ متلاشی کے ساتھ اس آیت کا پہلا حصہ پڑھو "ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا" اور پھر یہ پوچھو "کیا یہ بات آپ پر صادق آتی ہے؟" جب وہ ذرا غور کرنے کے بعد یہ کہے "ہاں مجھ پر یہ بات صادق آتی ہے" تو اُس سے کہو "آؤ اب ہم دیکھیں کہ خدا نے آپ کے گناہوں کے ساتھ کیا کیا ہے" پھر آیت کا باقیماندہ حصہ پڑھ کر سُنا دینا چاہئیے "پر خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اُس پر لادی" اس کے بعد بہت جلد آپ اُسے دکھا سکتے ہیں کہ اب جو کام اُسے کرنا چاہئیے وہ یہ ہے کہ وہ اُس گناہ بردار کو قبول کرے جسے خدا نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ چند سال کا

عرصہ ہُوا کہ مَیں نے ایک میٹنگ میں ایک بڈھے کو دیکھا جو میٹنگ میں مسیحیوں کے ساتھ اُٹھ کر کھڑا نہیں ہُوا تھا۔ جب میٹنگ ختم ہو گئی میں اُس کے پاس گیا اور اُس سے پُوچھا "کیا آپ مسیحی نہیں ہیں"؟ جواب مِلا "نہیں میں مسیحی نہیں ہُوں"۔ مگر مجھے اس بات کا کسی نہ کسی طرح یقین ہو گیا تھا کہ یہ شخص مذہبی معاملات میں دلچسپی ضرور لیتا ہے۔ سو مَیں نے اُس سے پھر کہا۔ کہ "اگر آج میں آپ کو یہ دکھاؤں کہ مسیحی ہونے کا طریقہ کیا ہے تو آپ مسیحی ہو جائینگے"؟ اُس نے جواب دیا "ہاں مَیں ہو جاؤنگا"۔ مَیں نے اپنی بائبل کھولی اور یسعیاہ ۵۳: ۶ نکال کر پہلا حصہ پڑھا۔ "ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا"۔ اور پھر اُس سے پوچھا "کیا آپ کی یہی حالت ہے"؟ اُس نے کہا "ہاں یہی حالت ہے"۔ اس کے بعد مَیں نے کہا۔ "آؤ اب ہم آیت کا باقیماندہ حصہ بھی پڑھیں"۔ "پر خُداوند نے ہم سب کی بدکاری اُس پر لادی"۔ "اب آپ فرمایئے"۔ مَیں نے کہا "کہ خُدا نے آپ کے گناہوں کے ساتھ کیا کیا ہے"؟ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور پھر کہنے لگا "خُدا نے میرے گناہوں کو بھی مسیح پر لاد دیا ہے"۔ اس کے جواب میں مَیں نے کہا۔ "تو کیا نجات پانے کے لئے آپ کو بس یہی کچھ کرنا ہے"؟ وہ فوراً بول اُٹھا۔ "مجھے صرف اُسے قبول کرنا ہے"۔ تب مَیں نے کہا "کیا آپ اسی رات اُسے قبول کرینگے"؟ اُس نے جواب دیا۔ "ہاں"۔ مَیں نے کہا۔ آؤ ہم گھٹنے ٹیکیں۔ اور چل کر خُدا کو اس بات کی خبر دیں۔ ہم نے گھٹنے ٹیکے۔ پہلے مَیں نے دُعا کی۔ پھر اُس نے دعا مانگی۔ اور بڑی سادہ صُورت میں خُدا کے حضور اپنے خیالات کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "اے خُدا مَیں گنہگار ہُوں اور مَیں ایمان لاتا ہوں کہ تُو نے میرے گناہوں کو مسیح پر

لا دیا ہے۔ اور مَیں منّت کرتا ہوں کہ اُنہیں اُسی کے وسیلے سے بخش دے۔"
جب وہ دعا مانگ چکا تو مَیں نے اُس سے پوچھا کہ "کیا آپ کو یقین ہے کہ خُدا نے
آپ کی دعا سُنی اور قبول کی۔ اور کیا آپ ایمان لاتے ہیں کہ آپ کے گناہ
معاف ہو گئے ہیں؟" وہ بولا "ہاں"۔ ازاں بعد مَیں نے یہ سوال کیا "کیا آپ
اسی وقت سے مسیحی زندگی بسر کرنا شروع کرینگے؟ گھر میں دعا کا مذبح نصب
کرینگے؟ اور دُنیا کے سامنے مسیح کا اقرار کرینگے؟" کہا "ہاں"۔ چند ماہ کے بعد
مَیں اُس کے پاسبان کو مِلا اور اُس سے اُس کی بابت دریافت کیا۔ بات
چیت سے معلوم ہُؤا کہ وہ اپنے گاؤں کو جو وہاں سے بہت دُور تھا چلا گیا ہے
اور وہاں جا کر دعا کا مذبح نصب کیا ہے۔ اور وہ اور اُس کا بیٹا کلیسیا کے
ممبر بن گئے ہیں۔ اُس کے خاندان میں سے جو مسیح سے ناآشنا تھا صرف ایک
یہی لڑکا بچا تھا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ بڈھا آدمی صرف اس
بات کا محتاج تھا کہ کوئی شخص اُسے راہِ نجات دکھائے۔ مَیں کبھی کبھی اس
مقام کو ذیل کی صُورت میں بھی استعمال کیا کرتا ہوں۔ یعنی مَیں لوگوں سے
کہا کرتا ہوں کہ نجات پانے کے لئے اُنہیں تین باتیں جاننی چاہئیں اور
عمل میں لانی چاہئیں۔ جن باتوں کا جاننا درکار ہے اُن میں سے پہلی یہ ہے کہ آدمی
یہ جان لے کہ مَیں کھویا ہُؤا گنہگار ہوں۔ کیونکہ اس احساس سے اُس پر اُسکی کمزوری ظاہر
ہوگی۔ اور دوسری بات جاننے کے قابل یہ ہے کہ مسیح کامل نجات دہندہ ہے
اور اس تصوّر سے وہ مسیح کی عجیب محبت کو محسوس کریگا۔ تیسری بات جو اُسے
کرنی چاہیئے یہ ہے کہ وہ اس کامل نجات دہندہ کو جسے خُدا نے مقرر کیا ہے
قبول کرے۔ یوحنا کے پہلے باب کی بارھویں آیت سے بھی یہ بات بخوبی
ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن جِتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنہیں خدا کے

فرزند بننے کا اقتدار بخشا۔ انہیں جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں"۔ جب یہ آیت پڑھ لی جائے تو یہ پوچھنا چاہئے کہ "خدا کن کو خُدا کے فرزند بننے کا اقتدار بخشتا ہے؟" جواب ہے "جتنوں نے اُسے قبول کیا۔" اچھا آپ اب یہ بتلایئے کہ آپ کو خُدا کا فرزند بننے کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟ "اُسے قبول کرنا چاہیئے"! کیا آپ اب اسے اپنا نجات دہندہ اور مالک سمجھنے اور قبول کرنے کو تیار ہیں؟ اسی طرح یسعیاہ ۵۵: ۷ اعمال ۱۶: ۳۱ یوحنا ۳: ۱۶ اور ۳: ۳۶ وغیرہ آیات بھی راہ نجات کو واضح کرنے کے لئے اچھے اور کار آمد مقامات ہیں۔ پھر یوحنا ۳: ۱۴ (بمعہ گنتی ۲۱: ۸) بھی پُر تاثیر صورت میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ اور ذیل کی آیات بھی اسی کام میں آسکتی ہیں۔ جب آپ ان آیات کو کام میں لانا چاہیں تو آپ اپنے متلاشی کو یہ دکھائیں کہ اسرائیلیوں کو سانپوں کے ڈنگ سے بچنے کے لئے کیا کام کرنا تھا؟ صرف یہ کام کرنا تھا کہ وہ پیتل کے سانپ کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھیں۔ اسی طرح وہ جو گناہ کے ڈسے ہوئے ہیں۔ اُنہیں بھی فقط یہی کام کرنا ہے۔ یعنی مسیح کو جو اُن کے گناہوں کے لئے صلیب پر چڑھایا گیا دیکھنا ہے۔ رومی ۱: ۱۶ بھی ایک نہایت عمدہ آیت ہے۔ یہ بھی راہِ نجات کو خوب روشن کرتی ہے۔ آپ اُس متلاشی سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس آیت کے مطابق وہ کون ہیں جنہیں انجیل بچاتی ہے۔ اور وہ فوراً اُس بات کو دیکھ لیگا کہ "ہر ایک شخص جو ایمان لاتا ہے" انجیل کی نجات بخش قدرت سے بچ جاتا ہے۔ اور پھر اُس سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ کیا بات ہے جو ہمیں نجات پانے کے لئے کرنی ضرور ہے۔ اور وہ دیکھ لیگا کہ فقط ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ پھر پوچھو "کس بات پر ایمان لانے کی ضرورت ہے"! اور جواب یہ ہوگا کہ انجیل پر ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد جو سوال خود بخود برپا

ہوگا وہ یہ ہے کہ "انجیل کیا ہے"؟ اس کا جواب اکرنتھی ۱۵: ۱-۴ میں پایا جاتا ہے۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیل (خوشخبری) یہ ہے "کہ مسیح کتابِ مقدس کے بموجب ہمارے گناہوں کے لئے مؤا اور دفن ہؤا اور تیسرے دن کتابِ مقدس کے بموجب جی اُٹھا۔" اور یہی وہ بات ہے جو اُسے نجات کے لئے ماننی یا قبول کرنی چاہیئے۔ اُسے اس بات کو اپنے دل سے ماننا چاہیئے کہ مسیح اُس کے گناہوں کے لئے مؤا اور جی اُٹھا۔ تب اُس سے پوچھو۔ کیا آپ ایمان لاتے ہیں کہ مسیح آپ کے گناہوں کے لئے مؤا؟ اور کیا آپ ایمان لاتے ہیں کہ وہ تیسرے دن جی اُٹھا؟" اگر وہ کہے کہ ہاں میں ایمان لاتا ہوں تو پھر یہ پوچھو "کیا آپ اس بات کو اپنا دلی ایمان بنائینگے اور اپنے گھٹنوں پر گر کر یہ دُعا کرینگے کہ خدا مسیح کے وسیلے آپ کے گناہ معاف کرے۔ اور کیا آپ یہ بھی مانینگے کہ وہ ایسا کریگا کیونکہ اُس نے آپ فرمایا ہے کہ وہ ایسا کریگا۔ اور کیا آپ زندہ نجات دہندہ پر یہ بھروسہ رکھیں گے کہ وہ ہر روز آپ کو گناہ کی طاقت سے بچا سکتا ہے اور بچائیگا بعض لوگوں پر اور آئتیں کچھ اثر نہیں کرتی ہیں مگر ۱۰: ۹-۱۰ سے بڑا اثر ہوتا ہے۔ رومی ۱۰: ۱۳ شاید اس سے بھی زیادہ راہِ نجات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جو کچھ کرنا ہے وہ صرف یہی ہے کہ وہ خداوند کے نام سے نجات پائے۔ آپ اپنے متلاشی سے کہہ سکتے ہیں "کیا آپ اسی وقت اور اسی جگہ اس بات کے لئے تیار ہیں کہ نجات کے لئے خداوند کے نام پر ایمان لائیں۔ اور یہ ماننے کو آمادہ ہیں کہ خدا آپ کو نجات دیگا۔ کیونکہ اُس نے فرمایا ہے کہ وہ نجات دیگا۔" نجات کے طریقہ پر خروج ۱۲: ۷ و ۱۳ و ۲۳ سے بھی بہت روشنی پڑتی ہے۔ ان آیات سے

ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خون ہی تھا جس نے اسرائیلیوں کو محفوظ رکھا۔ اور اُسی طرح آج بھی ہم کو خون ہی محفوظ رکھتا ہے۔ خُدا جس وقت خون کو دیکھتا ہے تو درگذر کرتا ہے۔ لہذا جو کچھ ہمیں کرنا ہے وہ فقط یہ ہے کہ ہم خون کے پیچھے پناہ پائیں۔ اور پھر متلاشی کو دکھاؤ کہ خون کی پناہ میں آنا یہ ہے کہ آپ یسُوع مسیح کو ایمان سے قبول کریں۔ لوقا ۱۸: ۱۰-۱۴۔ اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے نہایت مفید ہے اور ممکن ہے کہ آدمی کے پاس بہت کچھ ہو مگر وہ پھر بھی کھویا ہوا ہو۔ مثلاً فریسی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُس کے پاس بہت ہی کم ہو مگر پھر بھی وہ نجات کا وارث ہو۔ جیسے محصول لینے والا آدمی کہ محصول لینے والے کی طرح فقط اتنا کرتا ہے کہ خُدا کے حضور گنہگار کی جگہ لے۔ اور اُس کے رحم کے لئے چلائے سو اگر وہ ایسا کرے تو وہ محصول لینے والے کی طرح اپنے گھر کو راستباز بن کر جائیگا۔ متلاشی سے پوچھو کہ " ان دونوں میں سے کون شخص (فریسی یا محصول لینے والا) اپنے گھر کو معافی یا راستبازی حاصل کر کے گیا "؟ پھر اُس سے یہ پوچھو " وہ کیا بات تھی جو محصول لینے والے نے کی۔ اور فریسی نے نہ کی جس کے سبب سے مقدم الذکر نے گناہوں کی معافی پائی۔ لیکن فریسی اپنے گھر کو بغیر معافی پائے گیا "؟ جب وہ اس مقام کو پڑھیگا تو وہ فوراً دیکھ لیگا کہ جو کچھ محصول لینے والے نے کیا وہ فقط یہی تھا کہ اُس نے خُدا کے حضور اپنے آپ کو گنہگار تسلیم کیا۔ اور اُس کی رحمت کے لئے اپنی آواز بلند کی۔ اور کہ جوں ہی اُس نے ایسا کیا توں ہی وہ راستباز ٹھیرایا گیا۔ یا یوں کہیں کہ اُس کے گناہ معاف کئے گئے۔ اس کے بعد آپ اُس سے پوچھ سکتے ہیں " اب آپ فرمایئے کہ آپ کو معافی پانے کے لئے کیا کرنا ہے "؟ اس

کے بعد یہ کہو "کیا آپ اس وقت اور اسی جگہ ایسا کرنے کو تیار ہیں"؟ جب وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھ کر خُدا کے رحم کو قبول کرے۔ تو اُس سے پوچھو کہ آیا وہ خُدا کے کلام کو برحق سمجھتا ہے یا نہیں۔ آیا وہ اپنے گھر اپنے آپ کو راستباز سمجھ کر جاتا ہے یا نہیں۔ نجات بخش ایمان کی حقیقت لوقا ۷: ۴۸-۵۰ سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ پچاسویں آیت بتلاتی ہے کہ وہ عورت جس کا ذکر ان آیتوں میں آیا ہے۔ نجات بخش ایمان سے بہرہ ور تھی۔ اب آپ متلاشی سے پوچھیں "جو ایمان یہ عورت رکھتی تھی وہ کیسا ایمان تھا؟" اور پھر اُسے بتاؤ کہ اُسکا ایمان کیسا تھا اور کیسے وہ مانتی تھی کہ خُداوند مسیح میرے گناہوں کو معاف کرنا چاہتا ہے اور کر بھی سکتا ہے۔ اور وہ اُس کے پاس آئی کہ وہ ایسا کرے یہی نجات بخش ایمان ہے۔ گلاتی ۳: ۱۰-۱۳ سے بھی راہِ نجات صاف کھل جاتی ہے۔ ۱۰ آیت سے مترشح ہوتا ہے کہ مسیح کو قبول کرنے سے پہلے گنہگار کی کیا حالت ہوتی ہے۔ وہ فتویٰ یا لعنت کے ماتحت ہوتا ہے۔ ۱۳ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع نے ہمارے لئے کیا کیا ہے۔ یہ کہ وہ ہمارے لئے لعنت بنا۔ اب جو کچھ گنہگار کو کرنا ہے وہ فقط یہی ہے کہ وہ مسیح کو قبول کرے۔

پانچواں باب

ایسے لوگوں سے پیش آنا جو نجات پانا چاہتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کس طرح ملتی ہے۔ لیکن بسبب اُن مشکلات کے جو اُن کی راہ میں حائل ہیں نہیں پاتے ہیں۔

ہم دیکھیں گے کہ جن لوگوں کو ہم مسیح کے پاس لانا چاہتے ہیں اُن میں سے بے شمار ایسے ہیں جو بہت فکرمند ہیں کہ نجات پائیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ راہِ نجات کیا ہے لیکن اُن کے سامنے ایسی مشکلات آتی ہیں جو اُن کے زعم سے کسی طرح دُور نہیں ہو سکتیں۔

۱۔ اُن مشکلات میں سے ایک مشکل یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ "میں بہت ہی گنہگار ہوں"۔ اس مشکل کو اتمطاؤس ۱: ۱۵ آیت اچھی طرح رفع کرتی ہے۔ ایک اتوار کی صبح کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے جو بڑی خراب اور آوارہ زندگی بسر کیا کرتا تھا اور جس نے اُنہیں دنوں قریباً ایک لاکھ روپیہ ضائع کر دیا تھا اور اپنی بیوی سے جُدا ہو گیا تھا۔ مجھے جب میں نے اُس سے پوچھا کہ آپ مسیحی کیوں نہیں ہوتے۔ یہ جواب مِلا

"مَیں ایسا بڑا گنہگار ہوں کہ مَیں نجات نہیں پا سکتا"۔ مَیں نے اُسی وقت ۱-تمطاؤس ۱: ۱۵ کو نکالا "یہ ایمان کی بات اور ہر طرح سے ماننے کے لائق ہے کہ مسیح یسُوع گنہگاروں کو نجات دینے کے لئے دُنیا میں آیا جن میں سب سے بڑا مَیں ہُوں"۔ اُس نے فوراً مجھ کو کہا کہ "مَیں سب سے بڑا گنہگار ہوں" مَیں نے جواب دیا۔ تو یہ آیت آپ ہی کے واسطے خاص ہے۔ وہ بولا۔ "یہ ایک بیش قیمت وعدہ ہے"۔ مَیں نے کہا "کیا آپ اسے ابھی اسی وقت قبول کرینگے"؟ کہا "ہاں کرونگا"۔ پھر مَیں نے کہا "آؤ ہم گھٹنے ٹیکیں اور خُدا سے آپ کے لئے دُعا مانگیں"۔ ازاں بعد ہم نے گھٹنے ٹیکے اور اُس نے خُدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور یہ دُعا کی کہ وہ مسیح کی خاطر اُس کے گناہ معاف کرے۔ پھر مَیں نے اُس سے پوچھا کہ کیا آپ نے مسیح کو فی الحقیقت قبول کر لیا ہے۔ اُس نے کہا "ہاں"۔ "کیا آپ ایمان لاتے ہیں کہ آپ نے نجات حاصل کر لی ہے"؟ کہا "ہاں میں جانتا ہوں کہ مَیں اب نجات کا وارث ہوں"۔ بہت جلد اُس نے لوگوں کے سامنے مسیح کا اقرار کرنا شروع کیا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد شہر چھوڑ کر چلا گیا لیکن مَیں اُس کا سُراغ لگا سکتا تھا۔ وہ ایک بڑا سرگرم اور کام کرنے والا مسیحی بن گیا۔ چنانچہ وہ دن کو تو اپنے کام میں مصروف رہتا تھا لیکن شام کے وقت ہر روز کسی نہ کسی مسیحی خدمت کو انجام دیا کرتا تھا۔ اُس نے بیوی سے میل پیدا کیا اور کسی یتیم خانہ سے ایک بچہ لے کر اُسے متبنیٰ بنایا اور پھر امن اور سلامتی کے ساتھ مسیحی گھرانے کی صُورت میں اوقات بسر کرنے لگا۔ پھر لوقا ۱۹: ۱۰ ایک عمدہ مقام ہے جو اس قسم کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت بہت کام آتا ہے خصوصاً اس وقت بہت

کار آمد ثابت ہوتا ہے جب آدمی یہ کہتا ہے کہ میں تو بالکل کھویا ہوا ہوں۔ آپ اُس سے کہہ سکتے ہیں کہ میں کلام الٰہی کے ایک مقام سے واقف ہوں۔ جو آپ کے لائق ہے بشرطیکہ آپ اپنے قول کے مطابق فی الواقع کھوئے ہوئے ہوں۔ یسوع آپ ہی کو ڈھونڈھ رہا ہے " ابن آدم آیا ہے تاکہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈے اور بچائے " رومی ۵ : ۶ - ۸ بھی ایک نہایت پُر اثر مقام ہے ایک شام کا ذکر ہے کہ میں نے ایک شخص کو جو میٹنگ میں سے بہت جلد جانے کی کوشش کر رہا تھا اور باہر نکل آیا تھا ٹھیرالیا۔ اور اُس کے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا " کیا آپ نے آج ہاتھ اُٹھا کر دعا کے لئے درخواست نہیں کی تھی؟ جواب دیا " ہاں " " پھر آپ کیوں ایسی جلدی جا رہے ہیں؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ خدا آپ کو پیار کرتا ہے۔ " کہا " آپ نہیں جانتے کہ آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ " میں نے کہا " میں نہیں جانتا کہ میں کس سے باتیں کر رہا ہوں۔ مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ خدا آپ کو پیار کرتا ہے " ۔ اُس نے مجھے جواب دیا۔ کہ میں مینا پولس شہر میں سب سے کمینہ چور ہوں " میں نے کہا " اگر آپ مینا پولس میں سب سے کمینہ چور ہیں تو بھی خدا آپ کو پیار کرتا ہے " اور میں نے اپنی بائبل میں سے مذکورہ بالا مقام (رومی ۵ : ۸) کو نکالا " لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مؤا " ، آیت پڑھنے کے بعد میں نے اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ " اگر آپ مینا پولس میں سب سے کمینہ چور ہیں تو آپ گنہگار ہی ہیں اور یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ خدا گنہگاروں کو پیار کرتا ہے " اُس آدمی کا دل پگھل گیا اور اُس نے دوسرے کمرے میں میرے ساتھ جا کر مجھے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا۔ وہ کسی جرم کے سبب سے جیل خانہ میں قید تھا اور ابھی وہاں

سے نکلا تھا۔ اور نکلتے ہی اُسی رات ایسی چوری کرنے کا ارادہ کر بیٹھا تھا کہ ولیسی شہر مینیاپولس میں آگے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ جو اُس کی شرارت میں اُس کے رفیق تھے چلا جا رہا تھا کہ ایک گوشہ میں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ باہر میدان میں ایک جگہ میٹنگ ہو رہی ہے اور وہاں چند منٹوں کے لئے وعظ سننے کے واسطے ٹھہر گیا۔ اور باوجود اپنے ساتھیوں کے طعنوں اور گالیوں کے وہ میٹنگ کے آخر تک بیٹھا رہا اور پھر ہمارے ساتھ مشن میں گیا۔ جب وہ مجھے اپنا قصّہ سنا چکا تو میرے ساتھ دُعا میں مصروف ہوا۔ اور اُس بے بہا وعدہ کی تاثیر سے کہ خُدا اُس جیسے شریر کو بھی پیار کرتا ہے مزار زار رو کر خُدا کے رحم کا ملتجی ہوا متی ۱۲:۱۹ و ۱۳ اور رومی ۱۰:۱۳ (زور لفظ "جو کوئی" پر ہے) یوحنا ۳:۱۶ (اس میں بھی زور لفظ "جو کوئی" پر ہے) یسعیاہ ۱:۱۸ پہلا یوحنا ۴:۱۴ یوحنا ۲:۱-۲۔ یسعیاہ ۴۴:۲۲ اور یسعیاہ ۴۳:۲۵ بھی اس قسم کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے نہایت مفید ہیں۔ یسعیاہ ۱:۱۸۔ اور زبور ۵۱:۱۴۔ بالخصوص اُن لوگوں کے لئے مفید ہیں جنہوں نے خون کیا ہے کبھی کسی شخص سے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ آپ کے گناہ بڑے نہیں ہیں۔ بلکہ بعض اوقات یہ کہنا مفید ہوتا ہے۔ "ہاں آپ کے گناہ بہت بڑے ہیں۔ جتنا آپ خیال کرتے ہیں اُس سے بھی کہیں بڑے ہیں۔ مگر اُن سب کا فیصلہ ہو چکا ہے" اور پھر انہیں یسعیاہ ۵۳:۶ اور پہلا پطرس ۲:۲۴ پڑھ کر سنانا چاہیئے۔ ایک مرتبہ ایک عورت میرے پاس آئی وہ بڑی گھبرائی ہوئی تھی۔ بہت سی کوششوں کے بعد اُس نے اپنے دل کا پردہ اُٹھایا اور اپنے اصل حال سے مجھے مطلع کیا۔ اُس وقت سے چودہ سال پہلے اُس نے ایک آدمی کو جان سے مارا تھا اور اُس وقت سے لیکر اُس وقت تک

اُس فعل کی یاد اُس کے ضمیر پر نقش تھی اور اب اُس نے اُسے دوائی بنا دیا تھا جب اُس کا یہ حال مجھے ایک اَور مسیحی نے سُنایا تو ہم نے یسعیاہ ۵۳: ۶ کو نکالا۔ اور اس آیت کو بڑی سنجیدگی اور ہوشیاری سے پڑھ کر سنانے کے بعد میں نے اُس سے پوچھا کہ "خُدا نے آپ کے گناہ کے ساتھ کیا کیا ہے؟" چند منٹ تک وہ بہت غور و فکر سے سوچتی رہی۔ اور آخرکار یُوں گویا ہوئی۔ "اُس نے اُسے مسیح پر لاد دیا ہے۔" اس کے بعد میں نے ایک کتاب اپنے ہاتھ میں لی اور اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ فرض کیجئے کہ "میرا دہنا ہاتھ تو آپ ہیں اور میرا بایاں ہاتھ مسیح ہے۔ اور یہ کتاب آپ کا گناہ" یہ کہکر میں نے وہ کتاب اپنے دہنے ہاتھ پر رکھ لی اور اُس سے کہا "آپ کا گناہ اس وقت کہاں ہے"؟ کہا "میرے اوپر" یہ سُن کر میں نے جواب دیا "اب آپ بتائیے کہ خُدا نے اُس کے ساتھ کیا کیا ہے"؟ اُس نے کہا "اُس نے اُسے مسیح پر لاد دیا ہے۔" یہ سُن کر میں نے اُس کتاب کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور اُس سے یُوں متکلم ہوا۔ "اب آپ کا گناہ کہاں ہے"؟ بڑی دیر کے بعد اُس میں جواب دینے کی تاب آئی۔ اور پھر اُس نے بڑی جد و جہد سے کہا۔ "مسیح پر" پھر میں نے سوال کیا۔ "کیا اب بھی آپ پر ہے یا نہیں"؟ آہستہ آہستہ روشنی اُس کے چہرہ پر نمودار ہوئی۔ اور اُس نے چلا کر جواب دیا "نہیں وہ اب مجھ پر نہیں ہے۔ وہ اُس پر ہے۔ وہ مسیح پر ہے"۔ یوحنا ۱: ۲۹۔ اعمال ۱۰: ۴۳۔ عبرانی ۷: ۲۵ بھی اس قسم کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے نہایت اکسیر ہیں۔

۲۔ دوسری مشکل جس کا مقابلہ ہمیں اکثر کرنا پڑتا ہے ان لفظوں سے مترشح ہے۔ "میں قائم نہیں رہ سکتا۔ میں ڈرتا ہوں کہ میں پھر گر جاؤنگا"۔ اس کے جواب میں اپطرس ۱: ۵ نہایت مفید ہے۔ ہم اُس کے وسیلے سے دکھا سکتے ہیں کہ ہمیں آپ اپنے آپ کو قائم نہیں رکھنا۔ بلکہ ہم خدا سے

ایسے لوگوں سے پیش آنا جو نجات پانا چاہتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کس طرح ملتی ہے لیکن بسبب ان مشکلات کے جو اُن کی راہ میں حائل ہیں نہیں پاتے ہیں۔

"حفاظت کئے جاتے ہیں۔ یوحنا ۱۰: ۲۸ و ۲۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص مسیح کو قبول کرتا ہے اُس کی حفاظت اُس کے "قائم رہنے" پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ باپ اور بیٹے کی محفوظ رکھنے والی طاقت پر موقوف ہے۔

۲۔ تمطاؤس ۱: ۱۲ سے مترشح ہے کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے بلکہ مسیح کا ہے۔ کہ وہ اُس امانت کی جو اُس کے سپرد کی گئی حفاظت کرے اور وہ اُس کی حفاظت کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ یسعیاہ ۴۱: ۱۰ و ۱۳ بھی اس معاملے میں عمدہ آیات ہیں۔ یہوداہ ۲۴ سے عیاں ہے کہ خواہ ہم اپنی حفاظت آپ کر سکیں یا نہ کر سکیں مسیح ہم کو گرنے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ ۲۔ تواریخ ۳۲: ۷ و ۸ رومی ۱۴: ۴۔ اور ۲ تسلونیکی ۳: ۳ بھی اچھی آیتیں ہیں۔ ۱ قرنتی ۱۰: ۱۳ ایک ایسی آیت ہے جو اُس وقت بہت مفید ہوتی ہے۔ جبکہ وہ شخص جس سے ہم بات چیت کرتے ہیں یہ ڈر رکھتا ہے کہ ضرور فلاں بڑی آزمائش مجھے آگھیرے گی اور میں پھر گر جاؤنگا۔

۳۔ ایک اور مشکل جو ما قبل کی مشکل سے بڑی مشابہت رکھتی ہے۔ یہ ہے "میں بہت ہی کمزور ہوں۔ ایسے لوگوں کے لئے ۲ قرنتی ۱۲: ۹ و ۱۰ کو استعمال کرنا چاہیئے۔ اس قسم کے آدمی سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ مسیح کا زور کہاں کامل ہوتا ہے؟ جب وہ یہ جواب دے کہ "کمزوری میں" تو اُس سے یہ کہو کہ "اپنی طاقت کے اعتبار سے آپ جس قدر اپنے آپ کو کمزور سمجھیں اُسی قدر آپ کے لئے اچھا ہے" فلپی ۴: ۱۳ سے ہویدا ہے کہ ہم خواہ کیسے ہی کمزور کیوں نہ ہوں ہم سب کام مسیح کے ذریعہ جو ہمیں طاقت بخشتا ہے کر سکتے ہیں ۱ قرنتی ۱۰: ۱۳ سے روشن ہے کہ خدا ہماری کمزوری سے بخوبی واقف ہے اور وہ ہمیں ہماری طاقت سے بڑھ کر نہیں آزمائیگا۔

۴- پھر ایک یہ مشکل پیش آتی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں "میں اپنی بُری راہوں اور بُری عادتوں کو چھوڑ نہیں سکتا"۔ گلاتی ۶: ۷ و ۸ سے ایسے لوگوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائیگی کہ وہ یا ان عادات کو چھوڑیں یا ہلاک ہوں۔ فلپی ۴: ۱۳ سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ انہیں مسیح کی طاقت سے ملبّس ہو کر چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک عمدہ تجویز ہے کہ ہم اُس شخص کے سامنے جو ڈرتا ہے کہ میں اپنی بُری عادتوں کو کبھی چھوڑ نہیں سکونگا۔ اُسے یہ آیات سُنائیں۔ اقرنتی ۱۵: ۳ و ۴۔ ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا "میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ اگر آپ کو کوئی ایسی راہ معلوم ہو جس کے ذریعہ سے میں اپنی بد عادات پر غالب آسکوں تو آپ مجھے بتلائیں"۔ پھر اُس نے مجھے اپنا سارا حال بتایا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ بچپن میں مسیح پر ایمان لایا تھا۔ مگر جب شکاگو میں آیا تو وہاں بُری صحبتوں میں گرفتار ہو گیا اور اپنی اصلی حالت سے گر گیا۔ اور اب ایسا ناتواں ہو رہا تھا کہ اپنے گناہوں سے خلاصی نہیں پا سکتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا "آپ صرف آدھی انجیل سے واقف ہیں۔ ہاں آپ صرف مسیح مصلوب کو جانتے ہیں۔ مسیح مصلوب پر ایمان لا کر آپ نے معافی پائی۔ مگر وہ یسوع مسیح زندہ نجات دہندہ بھی ہے (اقرنتی ۱۵: ۴) اور زمین کا کل اختیار اُسے دیا گیا ہے (متی ۲۸: ۱۸) لہٰذا وہ طاقت رکھتا ہے کہ آپ کو آپ کی بُری عادتوں پر غالب آنے کی توفیق بخشے۔ کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں؟" اُس نے کہا "ہاں"۔ میں نے پھر یہ الفاظ کہے۔ "آپ نے مسیح مصلوب پر تکیہ رکھا اور اپنے گناہوں کی معافی اُس سے حاصل کی۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟" اُس نے جواب دیا "درست ہے"۔ یہ سُن کر میں یوں متکلم ہوا "کیا آپ اب زندہ مسیح پر تکیہ نہیں رکھینگے کہ وہ آپ کو آپ کے گناہوں کی

طاقت پر غالب آنے کی طاقت عطا فرمائے؟" اُس نے کہا "ہاں میں رکھونگا۔" اس کے بعد میں نے اُس سے کہا۔ کہ اب ہم دونوں دعا میں سر جھکائیں اور مسیح سے عرض کریں کہ آپ آئندہ اُسی پر تکیہ رکھینگے "تاکہ وہ آپ کو گناہ پر فتح پانے کی طاقت بخشے۔ ہم دونوں دعا میں مصروف ہوئے اور نجات دہندے سے اُس آدمی کے متعلق دعا کے وسیلے گفتگو کی جب وہ اپنے گھٹنوں پر سے اُٹھا تو اُس کا چہرہ بالکل بدلا ہوا تھا۔ "میں نہایت خوش ہوں کہ میں آپ کے پاس آیا۔" یہ الفاظ اُس کی زبان سے نکلے چند دن کے بعد مجھے اُس سے ایک خط موصول ہوا۔ اُس میں اُس نے یہ ذکر کیا تھا کہ مجھے زندہ مسیح پر تکیہ رکھنے کے سبب سے بار بار فتح حاصل ہوتی ہے۔

۵- پھر ایک اور مشکل ان لفظوں سے مترشح ہے "اگر میں مسیحی ہو جاؤں تو لوگ مجھے ستائینگے" خبردار کبھی کسی شخص کو نہ کہنا کہ اُس پر ایذائیں نہیں آئینگی۔ بلکہ ۲-تمطاؤس ۳:۲-۱۲-۲ تمطاؤس ۳:۱۲- متی ۵: ۱۰ و ۱۱ و ۱۲- مرقس ۸: ۳۵- اعمال ۱۴: ۲۲ جیسے مقامات سے اُس کو یہ دکھاؤ کہ جلال تک پہنچنے کی راہ ایذا میں سے ہے۔ رومی ۸: ۱۸ سے اُس پر ظاہر کرو کہ اس دُنیا کی تکلیفیں اُس جلال کے سامنے جو ہم میں ظاہر ہونے والا ہے کچھ نہیں ہیں۔ اور پھر اعمال ۵: ۴۱ اور ا پطرس ۲: ۲۰ و ۲۱ کے وسیلے اُسے قائل کرو کہ مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانا بڑے فخر کا باعث ہے۔ عبرانی ۱۲: ۲-۳ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دُکھ یا ایذا کے وقت فتح کی اُمید کہاں سے رکھنی چاہیئے۔

۶- پھر کئی یہ کہا کرتے ہیں "مسیحی ہو کر میرے پیشے میں خلل آئیگا" یا بعض یہ کہتے ہیں "اگر میں مسیحی ہو گیا تو میرا روزگار خاک میں مل جائیگا۔"

ایسے شخصوں کو مرقس کے ۸ باب کی ۳۶ آیت سناؤ۔ کیونکہ اس سے اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ اُن کے لئے یہ بہتر ہے کہ اُن کا کام برباد ہو جائے مگر اُن کی رُوح برباد نہ ہو۔ جب یہ خیال اچھی طرح اس قسم کے شخص کے دل پر نقش ہو جائے تو اُسے متی ۶: ۳۲ و ۳۳ کا ملاحظہ کراؤ۔ ان آیات میں خُدا کا یہ وعدہ پایا جاتا ہے کہ اگر ہم اُسے اور اُس کی بادشاہت کو مقدم جگہ دیں۔ تو وہ آپ ہی ہماری تمام ضروری دُنیاوی احتیاج کو رفع فرمائیگا۔ متی ۱۶: ۲۴-۲۷ لوقا ۱۲: ۶
۲۱ و ۱۶: ۲۴-۲۶ بھی اس قسم کے اشخاص کے لئے عمدہ آیات ہیں۔

"مسیحی ہو کر بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔" مرقس ۸: ۳۶ آیت اُن کو دکھا دیگی کہ یہ اُن کے لئے بہتر ہے کہ وہ سب کچھ چھوڑ دیں۔ مگر اپنی رُوح کو ہلاک نہ ہونے دیں۔ فلپیّ ۳: ۷ و ۸ زبور ۱۶: ۱۱ سے اُن پر روشن ہو جائیگا۔ کہ جو کچھ وہ ترک کرتے ہیں وہ اُس کے مقابلہ میں جو وہ خُدا سے پاتے ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ زبور ۸۴: ۱۱ رومی ۸: ۳۲۔ ان مقاموں سے اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ خُدا اُنہیں کوئی اچھی چیز چھوڑنے پر مجبور نہیں کریگا۔ کہ جن چیزوں کو خُدا چھوڑنے کو کہتا ہے وہ صرف وہی ہیں جو اُن کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ ایک دفعہ ایک نوجوان عورت نے مسیح کے پاس آنے سے انکار کیا اور اُس کی وجہ یہ بتلائی کہ مسیح کے پاس آکر مجھے بہت کچھ چھوڑنا پڑیگا۔ میں نے یہ جواب دیا "کیا تم یہ جانتی ہو کہ خُدا تمہیں پیار کرتا ہے؟" کہا "بیشک" میں نے پوچھا۔ "یہ تو بتاؤ کہ کتنا پیار کرتا ہے؟" کہا "اتنا کرتا ہے کہ اُس نے میری خاطر مرنے کے واسطے اپنا بیٹا بھی دے دیا۔" یہ سُن کر میں نے کہا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ خُدا جو تمہیں اتنا پیار کرتا ہے کہ اُس نے تمہارے لئے اپنا بیٹا بھی دے دیا وہ تمہیں مجبور کریگا کہ تم وہ چیزیں چھوڑ دو

ایسے لوگوں سے پیش آنا جو نجات پانا چاہتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کس طرح ملتی ہے لیکن بسبب ان مشکلات کے جو ان کی راہ میں حائل ہیں نہیں پاتے ہیں۔

جن کا رکھنا تمہارے لئے مفید ہے"؟ کہا "نہیں۔ وہ مجھے اُن چیزوں کے چھوڑنے کو مجبور نہیں کریگا"۔ مَیں نے کہا "اچھا تو پھر تم مسیح کے پاس آنے میں دیر نہ کرو"۔ اور اُس نے اُسی وقت مسیح کو قبول کیا۔ ایوحنا ۲: ۱۷- لوقا ۱۲: ۱۶-۲۱ سے اُنہیں معلوم ہو جائیگا کہ جن چیزوں کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے وہ کیسی ناچیز ہیں۔

۸۔ "مسیحی زندگی بڑی سخت زندگی ہوتی ہے"۔ آپ اپنے متلاشی سے کہیں "آیئے مَیں آپ کو خدا کے کلام سے دکھاؤں کہ آپ جب یہ کہتے ہیں کہ مسیحی زندگی سخت ہوتی ہے تو آپ غلطی کرتے ہیں"۔ یہ کہکر آپ متی ۱۱: ۳۰- امثال ۳: ۱۷- زبور ۱۶: ۱۱- اور ایوحنا ۵: ۳ نکالیں۔ اور پھر اُسے دکھائیں کہ مسیحی زندگی سخت نہیں بلکہ نہایت خوشنما زندگی ہے۔ اور پھر امثال ۱۳: ۱۵ نکالیں اور اُسے بتائیں کہ مسیحی کی نہیں بلکہ گنہگار کی زندگی سخت ہوتی ہے۔

۹۔ "مَیں اپنے بے دین دوستوں سے ڈرتا ہوں"۔ یا بعض دفعہ یہ بھی کہا جاتا ہے "اگر مَیں مسیح کو قبول کر لوں تو میرے دوست مجھ سے جُدا ہو جائینگے"۔ امثال ۲۹: ۲۵ سے عیاں ہو جائیگا کہ وہ جو انسان سے ڈرتا ہے اُس کا انجام کیا ہوتا ہے اور وہ جو خدا پر بھروسا کرتا ہے وہ کیسا محفوظ ہے اور پھر امثال ۱۳: ۲۰ سے ظاہر ہوگا کہ اگر اس قسم کے لوگ اپنے بے دین رفیقوں سے ملتے رہینگے تو اُن کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اور زبور ۱: ۱ سے وہ برکت یا مبارک حالی ہویدا ہے جو اُنہیں بُرے دوستوں کی صحبت ترک کرنے سے نصیب ہوگی۔ اور پھر ایوحنا ۱: ۱ سے ظاہر ہوگا کہ جو شخص مسیح کے پاس آتا ہے اُسے کیسی عمدہ اور افضل رفاقت نصیب ہوتی ہے۔

۱۰۔ "میرا دل بڑا سخت ہے"۔ حزقی ایل ۳۶: ۲۶-۲۷ سے اُنہیں دکھانا چاہیئے کہ اُنہیں دل کی سختی کے سبب سے رُکنا نہیں چاہیئے۔ اگر اُن کے دل سخت ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ خدا اُنہیں ایک نیا دل عطا کریگا۔

۱۱۔ "میرے دل میں فیلنگ (احساس) ہی نہیں ہے" متلاشی سے پوچھو کہ اُس کے نزدیک کس قسم کا خیال اُس کے دل میں ہونا چاہیئے۔ قبل اس کے کہ وہ مسیح کے پاس آئے۔ اگر وہ اُس سلامتی کا ذکر کرے جس کی بابت مسیحی اکثر گفتگو کیا کرتے ہیں تو اُسے گلاتی ۵: ۲۲ افسی ۱: ۱۳۔ اعمال ۵: ۳۲۔ ۱پطرس ۱: ۸۔ اور متی ۱۰: ۳۲ وغیرہ مقامات کے وسیلے دکھاؤ کہ سلامتی کا یقین مسیح کو قبول کرنے اور اُس کا اقرار کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا جب تک وہ مسیح کو قبول کرکے اُس کا اقرار نہ کرے تب تک اُس احساس کی توقع نہ رکھے۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ جس بات کی پہچان میرے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مَیں اپنے آپ کو گنہگار سمجھوں۔ تو اُسے یسعیاہ ۵۵: ۷ کے ذریعہ سے دکھاؤ کہ خدا جو بات ہم سے طلب کرتا ہے وہ یہی نہیں ہے کہ ہم صرف یہ جانیں کہ ہم گنہگار ہیں۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے گناہ سے پھریں اور توبہ کریں۔ یا اعمال ۱۶: ۳۱۔ اور یوحنا ۱: ۱۲ سے اُس پر یہ ظاہر کرو کہ خدا فقط یہی نہیں چاہتا کہ ہم اپنے آپ کو گنہگار محسوس کریں بلکہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ ہم گنہگار ہیں اور مسیح پر اُسے اپنا نجات دہندہ سمجھ کر بھروسہ رکھیں یسعیاہ ۵۵: ۱ مکاشفات ۲۲: ۱۷ سے متلاشی پر آشکارا ہو جائیگا کہ جس بات کی اُسے ضرورت ہے وہ صرف یہ ہے کہ اُس کے دل میں نجات کی خواہش پائی جائے۔

اس قسم کے متلاشیوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت اکثر اوقات

ایسے لوگوں سے پیش آنا جو نجات پانا چاہتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کس طرح ملتی ہے لیکن بسبب اُن مشکلات کے جو اُن کی راہ میں حائل ہیں نہیں پاتے ہیں۔

یہ مفید ثابت ہوا ہے کہ اُن کے سامنے وہی مقامات رکھے جائیں جو غافل اور بے توجہ لوگوں کے لئے بتائے گئے ہیں تاکہ وہ یہ محسوس کرنے لگ جائیں کہ ہم گنہگار ہیں۔

۱۲۔ "مَیں تو مسیح کو ڈھونڈھ رہا ہوں مگر وہ مجھے ملتا نہیں۔" یرمیاہ ۲۹: ۱۳ سے صاف روشن ہے کہ جب ہم اُسے اپنے پورے پورے دل سے ڈھونڈھینگے تو ہم اُسے ضرور پائینگے۔ مَیں ایک دعائیہ جلسے کے بعد والی میٹنگ میں ایک عورت سے بات چیت کر رہا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا "مَیں مسیح کو دو سال سے ڈھونڈھ رہی ہوں مگر وہ مجھ کو اب تک نہیں ملا۔" مَیں نے اُس کو جواب دیا "مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کب اُسے پائینگی۔" وہ میری طرف بڑی حیرت سے دیکھنے لگی۔ اور مَیں نے یرمیاہ کے انتیسویں باب کی تیرھویں آیت نکالی اور اس طرح اُس آیت کو پڑھ کر سنایا "تم مجھے ڈھونڈھوگے اور پاؤگے۔ جب اپنے سارے دل سے میرا سراغ لوگے" اور پھر اُس سے کہا "اس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ اُسے کب پائیں گی۔ آپ اُسے اُس وقت پائینگی جب اپنے سارے دل سے اُس کا سراغ لگائیں گی۔ کیا آپ نے اس طرح اُس کو ڈھونڈھا ہے؟" تھوڑی دیر سوچ کر اُس نے مجھے کہا "نہیں مَیں نے اس طرح نہیں ڈھونڈھا" مَیں نے کہا "اچھا اب یہ مناسب ہے کہ ہم ابھی اسی جگہ گھٹنے ٹیکیں۔" اُس نے میری بات کو مانا۔ اور مَیں نے دیکھا کہ وہ چند ہی لمحوں کے بعد خُداوند میں شادمان ہو گئی۔ پھر آپ اس قسم کی مشکل والوں کو لوقا ۱۵: ۱۔ ۱۰۔ اور ۱۹: ۱۰ بھی دکھا سکتے ہیں۔ ان مقاموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع گنہگاروں کو ڈھونڈھتا ہے۔ اور آپ ایسے لوگوں کو کہہ سکتے

ہیں کہ "اگر آپ سچ مچ مسیح کی تلاش کر رہے ہیں تو آپ یاد رکھیں اُس نجات دہندے کو جو خود بھی ڈھونڈھ رہا ہے اور اُس گنہگار کو جو اُس کی تلاش میں لگا ہُوا ہے باہم مل جانے میں بہت دیر نہیں لگیگی"۔

۱۳۔ "مَیں ایمان نہیں لا سکتا" جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اُن کی مشکل یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لا سکتے۔ اُن کی اس ناقابلیت کی تہ میں ایک اور مشکل ہوتی ہے جو ساری مصیبت کی جڑ ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ گناہ چھوڑنے کو راضی نہیں ہوتے۔ یوحنا ۵: ۴۴۔ ایسے آدمی کے سامنے پیش کرنے کے واسطے ایک عمدہ آیت ہے۔ اور یسعیاہ ۵۵: ۷ بھی۔ لیکن جب آخری آیت استعمال کی جائے تو آدمی کی توجہ اس بات کی طرف پھیرنی چاہئے کہ خُدا اُس سے فقط یہ طلب کرتا ہے کہ وہ اپنے گناہ سے پھر کے اُس کی طرف راجع ہو۔

۱۴۔ "خُدا مجھے قبول نہیں کریگا" یا یہ کہ "مَیں نے گناہ کر کے فضل کے دل کو کھو دیا ہے" یا یہ بھی کہا جاتا ہے "مجھے اندیشہ ہے کہ مَیں اُس گناہ کا مرتکب ہو چکا ہوں جو معاف نہیں کیا جا سکتا"۔

جو لوگ اس قسم کی مشکل پیش کرتے ہیں اور سچے دل سے پیش کرتے ہیں۔ اُن کو بس میں لانا سب سے زیادہ مشکل ہے۔ ایسے لوگوں کو قائل کرنے کے لئے یوحنا ۶: ۳۷ آیت بڑی عمدہ آیت ہے۔ کیونکہ اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع ہر ایک شخص کو جو اُس کے پاس آتا ہے قبول کرتا ہے اس قسم کے آدمی سے بار بار یہی کہنا چاہئے کہ خُداوند فرماتا ہے "جو کوئی میرے پاس آئیگا اُسے مَیں ہرگز نہیں نکالوں گا"۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ "وہ مجھے قبول نہیں کریگا" تو آپ پھر اور پھر اُسے یہی آیت سنائیں اور اس بات

کے منتظر رہیں کہ خدا کی رُوح اِس آیت کی سچائی کو اُس کے دل پر نقش کر دیگی۔ بہت سے دل شکستہ اور نا اُمید لوگوں نے اس آیت کے وسیلے روشنی اور سلامتی پائی ہے۔ پھر مکاشفات ۲۲: ۱۷ ابھی بڑی کارآمد آیت ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو چاہے وہی آسکتا اور آبحیات مفت پی سکتا ہے۔ یسعیاہ ۵۵: ۱ بتاتی ہے کہ جو کوئی نجات چاہے وہ اُسے حاصل کر سکتا ہے۔ اور یسعیاہ ۱: ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کے گناہ خواہ کیسے ہی بڑے کیوں نہ ہوں وہ اگر چاہے تو معافی پا سکتا ہے۔ اعمال ۱۰: ۴۳۔ اور یوحنا ۳: ۱۶ سے عیاں ہے کہ "جو کوئی" ایمان لائیگا ہلاک نہ ہوگا بلکہ معافی اور ہمیشہ کی زندگی پائیگا۔ رومی ۱۰: ۱۳ سے مترشح ہے کہ ہر ایک شخص خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو بچ جائیگا بشرطیکہ وہ خداوند کا نام لے۔ بعض اوقات یہ بھی اچھا ہوتا ہے کہ عبرانی ۶: ۴-۶- اور متی ۱۲: ۳۱-۳۲ کی طرف توجہ کی جائے اور متلاشی کو دکھایا جائے کہ وہ گناہ جو معاف نہیں ہو سکتا کیا ہے اور اُس کے نتائج کیسے ہوتے ہیں۔ متی ۱۲: ۳۱ و ۳۲ سے ظاہر ہے کہ رُوح القدس کے خلاف کفر بکنا وہ گناہ ہے جو معافی نہیں پاتا۔ اور متلاشی سے پوچھنا چاہیئے "کیا آپ نے کبھی رُوح القدس کے خلاف کفر بکا ہے"؟ عبرانی ۱۰: ۴-۱۰ سے روشن ہے کہ مشکل یہ نہیں ہے کہ خدا معاف کرنے کے لئے نارضامند ہے۔ وہ رضامند ہے۔ مشکل اس بات میں ہے کہ ہم توبہ کرنے کو راضی نہیں ہیں اور اُسے یہ بھی دکھانا چاہئے کہ جو شخص نجات پانے کے لئے فکرمند ہے۔ اُس کے متعلق یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اُس نے وہ گناہ نہیں کیا۔ جو معاف نہیں کیا جا سکتا اور نہ اُس نے اپنے گناہ کے سبب سے فضل الٰہی کے دن کو کھو دیا ہے۔

ایسے لوگوں نے پیش آنا جو نجات پانا چاہتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کس طرح ملتی ہے لیکن بسبب اُن مشکلات کے جو اُن کی راہ میں حائل ہیں نہیں پاتے ہیں۔

تھوڑی سی تعلیم سے متلاشی کی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔ اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے۔

۱۵۔ "اب وقت نہیں رہا" اگر کوئی متلاشی یہ بہانہ پیش کرے تو اُسے ۲ قرنتی ۶: ۲ پڑھ کر سنانا چاہئے۔ اور اُسے کہنا چاہئے کہ خدا کہتا ہے کہ ٹھیک وقت یہی ہے۔ لوقا ۲۳: ۳۹-۴۳۔ اس بات کے اظہار کے لئے مفید ہے کہ یسوع گنہگار کے چلانے کو آخری گھڑی پر بھی سننے کو تیار ہے۔ ۲ پطرس ۳: ۹ سے روشن ہے کہ اُس کی مرضی یہ ہے کہ ایک بھی ہلاک نہ ہو بلکہ وہ انصاف کے دن کو روکے ہوتے ہے تاکہ وہ اُن سب کو جو اُس پاس آئیں بچائے۔ استثنا ۴: ۳۰ و ۳۱ بھی بڑی مفید ہے۔ خاص کر اس لئے کہ وہ بتاتا ہے۔ کہ اگر کوئی "آخری دنوں" میں بھی خدا کی طرف پھریگا۔ تو خدا اُس پر رحم کریگا۔ یسعیاہ ۱: ۱۸ اور مکاشفات ۲۲: ۱۷۔ اکیلے بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

Anwar A. Rassi

چھٹا باب

اُن کے ساتھ کس طرح پیش آئیں جو جھوٹی اُمیدیں رکھتے ہیں

شاید اُن لوگوں میں جو جھوٹی اُمیدیں رکھتے ہیں۔ وہ اشخاص داخل ہیں جو یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم اپنی راستبازی سے بچ جائینگے۔ وہ اکثر ایسے ایسے جملے استعمال کیا کرتے ہیں۔ "جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے مَیں کر رہا ہوں" "مَیں بدی کی نسبت نیکی زیادہ کرتا ہوں"۔ "مَیں کوئی بہت بڑا گنہگار نہیں ہوں"۔ "مَیں نے کبھی کوئی بہت بُری بات نہیں کی ہے"۔ ایسے لوگوں کے لئے گلاتی ۳: ۱۰- ایک نہایت عمدہ مقام ہے۔ کیونکہ اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے کاموں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ....

.... وہ شریعت کی لعنت کے ماتحت ہیں کیونکہ شریعت پر کوئی شخص تکیہ نہیں رکھ سکتا۔ تاوقتیکہ وہ اُن سب باتوں کے کرنے پر قائم نہ رہے۔ جو شریعت میں لکھی ہوئی ہیں۔ یعقوب ۲: ۱۰ بھی اس کام کے لئے عمدہ آیت ہے۔ گلاتی ۲: ۱۶- اور رومی ۳: ۱۹ و ۲۰ بھی مفید ثابت ہوتی ہیں۔ جب اُن کے وسیلے سے یہ دکھایا جاتا ہے کہ شریعت کے کاموں سے کوئی شخص بھی خُدا کی نظر میں راستباز نہیں ٹھیرتا۔ اور متی ۵: ۲۰ بھی

اس موقعہ پر استعمال کی جا سکتی ہے۔ یہ آیت اور مذکورہ بالا سب آئتیں یہ بتلاتی ہیں کہ خُدا کس قسم کی راستبازی طلب کرتا ہے۔ مگر کسی شخص کی راستبازی بھی خُدا کے پیمانہ کے برابر نہیں اُترتی۔ لہذا اگر انسان نجات پانا چاہے تو ضرور ہے کہ وہ اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا چھوڑ کر کوئی اور طریقہ نجات کا تلاش کرے۔ ان مقامات کو استعمال کرتے وقت کبھی کبھی یہ بھی اچھا ہوتا ہے کہ متلاشی سے کہا جائے "آپ نہیں جانتے کہ وہ کیا اور کیسی راستبازی ہے جو خُدا طلب کرتا ہے ورنہ آپ ایسی باتیں نہ کرتے۔ اب آپ میرے ساتھ مِل کر تھوڑی دیر کے لئے اس بات پر غور کریں کہ وہ کیسی راستبازی ہے جو خُدا چاہتا ہے"۔ ایک اور طرح سے بھی اس قسم کے لوگوں کو سمجھا سکتے ہیں مثلاً لوقا ۱۶: ۱۵ رومی ۲: ۱۶ اور اسیمیئیل ۱۶: ۷ وغیرہ آیات کے وسیلے سے اُن کو یہ دکھا سکتے ہیں کہ خُدا دل کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے متلاشی کے خیال کو اسی نکتہ پر لگائے رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ضرور ہے کہ آدمی اپنے دل کی حالت دیکھ کر کانپ اُٹھے۔ کیونکہ اُس کی بیرونی زندگی خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے دل کی بُری حالت کو دیکھ کر ضرور کہیگا کہ میں خُدا کی نظر میں کامل نہیں ہوں۔ آدمی اپنے آپ کو خواہ کیسا ہی راستباز کیوں نہ سمجھتا ہو ہم کبھی اُس سے نا اُمید نہ ہوں کیونکہ اُس کے دل کی تہوں میں کسی نہ کسی جگہ گناہ کی پہچان مخفی ہے۔ اور ہمارا صرف یہ کام ہے کہ ہم تہ پر سے تہ اُٹھاتے جائیں تاوقتیکہ اُس جگہ تک نہ جا پہنچیں جہاں گناہ کی پہچان چھپی ہوئی ہے۔ یاد رہے کہ ہر ایک شخص کا ضمیر ہمارا معاون ہے متی ۲۲: ۳۷-۳۸ وغیرہ آیات اُس وقت استعمال کرنی چاہئیں جب آدمی یہ کہے کہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں کر رہا ہوں۔ یا یہ کہے۔ کہ میں

بدی کی نسبت نیکی زیادہ کرتا ہوں۔ اُس سے کہنا چاہئے کہ "آپ اس معاملہ میں سخت غلطی کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ نے بدی کی نسبت نیکی زیادہ نہیں کی۔ بلکہ آپ نے خدا کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا حکم توڑ دیا ہے۔ کیا اس کی آپ کو خبر نہیں ہے؟" زاں بعد اُسے آیات متذکرہ بالا پڑھ کر سنانی چاہئیں۔ عبرانی ۱۱: ۶ اور یوحنا ۶: ۲۹ سے عیاں ہے کہ وہ ایک بات جو خدا طلب کرتا ہے ایمان ہے اور کہ اُس کے بغیر خدا کو خوش کرنا ناممکن ہے اور یوحنا ۱۶: ۹ سے مترشح ہے کہ مسیح پر ایمان نہ لانا سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ یوحنا ۳: ۳۶ سے روشن ہے کہ ہمیشہ کی زندگی پانے کا سوال صرف مسیح کو قبول یا رد کرنے پر منحصر ہے۔ اور عبرانی ۱۰: ۲۸و۲۹ سے یہ صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ گناہ جو سب سے بڑی سزا ہمارے اوپر لاتا ہے۔ خدا کے بیٹے کو پاؤں تلے روندنا ہے۔ اس آخری مقام کو استعمال کرنے سے پہلے متلاشی سے یہ کہنا مفید ہوتا ہے کہ "آپ تو خیال کئے بیٹھے ہیں کہ مَیں ہی اچھا آدمی ہوں۔ پر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ ایسا ہولناک گناہ خدا کی نظر میں کر رہے ہیں جس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہے۔" اگر وہ یہ کہے کہ "نہیں مَیں کوئی ایسا گناہ نہیں کر رہا ہوں۔" تو اُسے کہنا چاہئے "آیئے مَیں آپ کو خدا کے کلام سے دکھاؤں کہ آپ ایسا گناہ کر رہے ہیں۔" زاں بعد اُسے یہ مقام نہایت سنجیدگی اور سرگرمی سے پڑھ کر سنانا چاہئے۔

۲۔ جھوٹی قسم کی امید رکھنے والے لوگوں میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ "خدا ایسا مہربان ہے کہ وہ کسی کو ہلاک نہیں کریگا۔" جب کوئی شخص یہ کہے تو اُسے یہ جواب دو۔ ہم خدا کی مہربانی کی نسبت فقط

اُتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ بائبل ہم کو بتلاتی ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ خُدا کی سیرت یا صفات دریافت کرنے کے لئے ہم اُسی کتاب کے پاس جائیں "آؤ ہم رومی ۲: ۲ و ۴ و ۵ کی طرف متوجہ ہوں"۔ ان آیات کے پڑھنے کے بعد آپ یہ کہہ سکتے ہیں "آپ نے دیکھا کہ خُدا کی مہربانی کی غرض یہ ہے کہ آپ توبہ کریں نہ یہ کہ آپ گناہ کرنے کی جرأت پائیں۔ اور آپ یاد رکھیں کہ جب ہم خُدا کی مہربانی کو پامال کرتے ہیں تو ہم قہر کے دن کے لئے غضب کماتے ہیں"۔ یوحنا ۸: ۲۱ و ۲۴ اور یوحنا ۳: ۳۶ کے مطالعہ سے اُس آدمی پر ظاہر ہو جائیگا کہ خُدا گو مہربان ہے تاہم وہ اُن کو رد کرے گا جو اُس کو رد کرتے ہیں ایک اور طریقہ ان لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کا یہ ہے کہ انہیں یوحنا ۵: ۴۰ اور ۲ پطرس ۳: ۹-۱۱ یا حزقیل ۳۳: ۱۱ سے دکھایا جائے کہ اس قدر خدا انسان پر ہلاکت کا فتویٰ نہیں لگاتا جس قدر آدمی آپ اُس فتوے کو اپنے لئے کما لیتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ مسیح کے پاس نہیں آتا۔ اور اُس زندگی کو جو مفت میں اُسے دی جاتی ہے قبول نہیں کرتا۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں "خُدا نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہلاک ہو اور وہ اسی لئے ہمیشہ کی زندگی مفت میں عطا کرتا ہے۔ مگر ایک مشکل درپیش ہے۔ اور اُس مشکل سے واقف ہونے کے لئے آپ یوحنا ۵: ۴۰ کا ملاحظہ کریں"۔ اور پھر یہ آیت پڑھ کر سنائیں۔ "تم زندگی پانے کے لئے میرے پاس آنا نہیں چاہتے"۔ اور اُس شخص سے کہو "میرے دوست مشکل یہی ہے کہ آپ آنا نہیں چاہتے"۔ زندگی تو آپ کو مفت دی جاتی ہے۔ اور اگر آپ اُسے قبول نہیں کرینگے تو آپ ضرور ہلاک ہونگے"۔ ۲ پطرس ۲: ۴-۶ و ۹ اور لوقا ۱۳: ۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے رحیم کس طرح اُن لوگوں کے ساتھ

پیش آتا ہے جو اپنے گناہوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بعض وقت آخری مقام اس طرح بھی ایک پُرتاثیر طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے "آپ کہتے ہیں کہ خُدا ایسا مہربان ہے کہ وہ کسی کو بھی ہلاک نہیں کریگا۔ پر آپ یہ بھی دریافت کریں کہ خُدا خود اپنے کلام میں کیا فرماتا ہے"۔ یہ کہکر آیت پڑھ کر سناؤ اور پھر کہو "اگر تم توبہ نہ کروگے تو تم سب اسی طرح ہلاک ہوگے"۔ اس آیت کو بار بار پڑھتے جاؤ جب تک کہ اس کا مطلب اُس کے دل میں گھر نہ کرے۔

۳۔ جھوٹی اُمیدیں رکھنے والے لوگوں کا تیسرا فرقہ وہ ہے جو یہ کہتا ہے "میں مسیحی بننے کی کوشش کر رہا ہوں"۔ یوحنا ۱:۱۲ سے اس قسم کے لوگوں پر ظاہر ہو جائیگا کہ خُدا ہم سے یہ طلب نہیں کرتا کہ ہم مسیحی بننے کی "کوشش کریں"، نہ یہ کہ ہم اچھی زندگی بسر کرنے کی "کوشش کریں"۔ اور نہ یہ کہ ہم کسی اور بات کے کرنے کی "کوشش کریں"۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ ہم یسوع مسیح کو جس نے ان سب باتوں کو ہمارے لئے کر دیا ہے قبول کریں۔ اور پھر آپ اپنے متلاشی سے پوچھیں "کیا آپ اب اپنی کوشش کو چھوڑنے اور یسوع کو اپنا نجات دہندہ قبول کرنے کو تیار ہیں؟" اسی طرح اعمال ۱۶: ۳۱ سے ظاہر ہے کہ خُدا یہ نہیں چاہتا کہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں اُسے کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ یسوع نے ہمارے لئے کیا ہے اور کریگا اُسے بھروسہ کے ساتھ قبول کریں۔ رومی ۳: ۲۳-۲۵ سے روشن ہے۔ کہ ہم "کچھ کرنے کی کوشش" سے راستباز نہیں ٹھہرتے ہیں "مگر اُس کے فضل سے اُس فدیہ کے سبب جو یسوع مسیح نے دیا ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں"۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم ایمان لائیں۔

۴۔ چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں "مَیں خیال کرتا ہُوں مَیں تو آسمان کی راہ پر چل رہا ہوں" یا یہ کہ "مَیں سمجھتا ہُوں کہ مَیں نجات یافتہ ہُوں"۔ اُن کو بھی یوحنّا ۳: ۳۶ کے وسیلے دِکھاؤ کہ سوال یہ نہیں ہے کہ وہ کیا سمجھتے یا سوچتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ خُدا کیا فرماتا ہے"۔ خدا اپنے کلام میں صاف صاف فرماتا ہے کہ "جو بیٹے کی نہیں مانتا زندگی کو نہ دیکھے گا۔ بلکہ اُس پر خُدا کا غضب رہتا ہے"۔ ایک شام کا ذکر ہے کہ مَیں ایک عورت سے گفتگو کر رہا تھا۔ اُس کے بچّہ کو گذرے ابھی چند ہی ہفتے ہوئے ننھے بچّے کی وفات کے وقت اُس کے دل میں سنجیدہ خیالات پیدا ہوئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ سب کافُور ہو گئے۔ مَیں نے اُس سے یہ سوال کیا "کیا آپ یہ نہیں چاہتی ہیں کہ آپ بھی اُس جگہ جائیں جہاں آپ کا چھوٹا بچّہ گیا ہے"۔ اُس نے جواب دیا کہ "مَیں یہی امید رکھتی ہُوں"۔ مَیں نے کہا "کس بات سے آپ کو یقین ہے کہ آپ وہیں جائینگی؟" کہا "مَیں ایسا ہی محسوس کرتی ہُوں کہ جب مَیں اس دُنیا سے کوچ کرونگی تو آسمان ہی کو جاؤں گی"۔ یہ سُن کر مَیں نے کہا۔ کہ "خُدا کے کلام میں بھی کوئی ایسی بات آپ کو معلوم ہے جس کی بنا پر آپ کے دل میں یہ یقین پیدا ہوا ہے کہ آپ مرنے کے بعد آسمان کو جائینگی"۔ کہا "نہیں مجھے کوئی ایسی بات معلوم نہیں۔" پھر اُس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "کیا آپ یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ مرنے کے بعد آسمان کو جائیں گے؟" مَیں نے کہا "ہاں مَیں جانتا ہوں کہ مَیں وہیں جاؤں گا"۔ کہا "آپ کس طرح جانتے ہیں؟ کیا آپ کلام الٰہی میں سے اپنے لئے کوئی سند رکھتے ہیں؟" مَیں نے جواب دیا کہ ہاں مَیں رکھتا ہُوں اور پھر یوحنّا ۳: ۳۶ کو نکال کر پڑھا۔ اور اُس عورت نے دیکھ لیا کہ اُس کا

وہ ایمان جو اُس کے خیالات پر مبنی تھا اُس سے جو خُدا کے کلام پر قائم ہوتا ہے کیا فرق رکھتا ہے۔

لوقا ۱۸: ۹-۱۴ کو بھی ذیل کی صورت میں پیش کر سکتے ہیں یعنی آپ اُس شخص کو جس سے بات چیت کرتے ہیں کہہ سکتے ہیں کہ بائبل میں ایک آدمی کا ذکر ہے جو سمجھتا تھا کہ مجھ میں کسی طرح کا نقص نہیں پایا جاتا میں بالکل بے خطا ہوں۔ لیکن سراسر پُر خطا تھا۔" اس کے بعد اُس مقام کو پڑھ کر سناؤ اور متلاشی کو اُس فریسی کا حال بتلاؤ جو یہ یقین رکھتا تھا کہ مَیں بے گناہ ہوں حالانکہ وہ ایک ایسا گنہگار تھا جو معافی سے بہرہ در نہیں تھا۔ اور پھر اُس متلاشی کو دکھاؤ کہ ہمارے خیالات کیسے ناقص ہیں۔ اور اُسے یہ بھی دکھاؤ کہ یقین کی اصلی بنیاد خُدا کا کلام ہے۔ امثال ۱۴: ۱۲ سے بھی یہ بات دکھائی جا سکتی ہے کہ "ایک راہ ہے جو انسان کو سیدھی دکھلائی دیتی ہے۔ پر اُس کی انتہا میں موت کی راہیں ہیں"۔

۵- جھوٹی امیدیں رکھنے والوں کا آخری فرقہ وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ گو لوگ گناہ آلود زندگیاں بسر کر رہے ہیں تو بھی وہ نجات یافتہ ہیں بہت سے گناہوں کے متعلق اکرنتھی ۶: ۹-۱۰- ایک اچھا مقام ہے ایوحنا ۲: ۲۹ بھی کئی حالتوں میں جھوٹی امیدوں کو چکنا چور کر ڈالیگا۔ ایوحنا ۵: ۴-۵ یہ دکھانے کے لئے مفید ہے۔ کہ وہ جو خُدا سے پیدا ہُوا ہے دُنیا پر غالب آتا ہے۔ مگر اُس کا گناہ میں زندگی بسر کرنا اور دُنیا پر غالب نہ آنا اس بات کی شہادت ہے کہ وہ خُدا سے پیدا نہیں ہُوا۔

ساتواں باب

اُن کے ساتھ جن کو اپنی نجات کا یقین نہیں ہے کس طرح پیش آنا چاہیئے اور اُن سے جو پیچھے ہٹ گئے ہیں کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے

۱۔ اوّل وہ جو اپنی ناواقفی کے سبب سے یہ یقین نہیں رکھتے کہ ہم نے نجات پائی ہے۔ ۱۔یوحنا ۵: ۱۳ سے اس قسم کے لوگوں کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہم جان سکتے ہیں کہ آیا ہم نے ہمیشہ کی زندگی پائی ہے یا نہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جب لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ نے نجات حاصل کر لی ہے؟ یا کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے گناہ معاف ہو گئے ہیں؟ یا کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ کو ہمیشہ کی زندگی مل گئی ہے؟ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں "اس بات کی خبر کسی کو بھی نہیں ہے" آپ ان سے کہہ سکتے ہیں کہ "بائبل یہ فرماتی ہے کہ وہ سب جو ایمان لائے ہیں۔ اس بات کو جان سکتے ہیں" اس کے بعد اُن کو ۱۔یوحنا ۵: ۱۳ پڑھ کر سنائیے۔ یوحنا ۱: ۱۲ سے ظاہر ہے کہ مسیح اُن سب کو جو اُس پر ایمان لاتے ہیں خدا کے فرزند بننے کا اقتدار بخشتا ہے۔ اسی آیت کو استعمال کرنے کا ایک اچھا

طریقہ یہ ہے کہ متلاشی سے اس کے متعلق کئی سوالات کئے جائیں۔ مثلاً اُس سے پوچھا جائے:۔ "وہ جو اُسے قبول کرتا ہے کیا بن جانے کا اقتدار پاتا ہے؟" اس کے جواب میں متلاشی کہیگا بشرطیکہ وہ آیت کو توجہ سے سنتا رہا ہے:۔ "خدا کا فرزند بننے کا اقتدار پائیگا۔" اس کے بعد ایک اَور سوال کرو۔ "کیا آپ نے مسیح کو قبول کر لیا ہے؟" اگر وہ کہے "ہاں" تو اُس سے پوچھو کہ "اگر آپ نے اُسے قبول کر لیا ہے تو آپ کیا ہیں؟" اغلب ہے کہ اس قسم کے سوال بار بار کرنے پڑیں گے۔ لیکن آخرکار متلاشی اس بات کو دیکھ لیگا اور یہ جواب دیگا۔ "مَیں خدا کا فرزند ہُوں۔" یوحنا ۳: ۳۶ بھی اسی طرح استعمال کی جا سکتی ہے متلاشی سے پوچھو "اس آیت کے مطابق وہ کون ہے جو ہمیشہ کی زندگی رکھتا ہے؟" جواب "وہ جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے۔" سوال "کیا آپ بیٹے پر ایمان لاتے ہیں؟" جواب "ہاں" سوال "پھر آپ اب کیا ہیں؟" تھوڑی دیر کے بعد متلاشی دیکھ لیگا کہ مَیں ہمیشہ کی زندگی رکھتا ہُوں۔ اور پھر اُس سے بار بار یہ کہلواؤ "مَیں ہمیشہ کی زندگی رکھتا ہُوں" اور چاہیئے کہ پھر گھٹنے ٹیک کر وہ خدا کا شکر ادا کرے کہ اُس نے اُسے ہمیشہ کی زندگی بخشی ہے۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ مَیں نے ایک نوجوان کو میٹنگ کے بعد گھٹنے ٹیکے ہوئے دیکھا۔ وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں تھا۔ مَیں نے اُسے کلام سے دکھایا کہ کیونکر یسُوع مسیح نے اُن کے گناہوں کو اُٹھا لیا ہے اور اُس سے پوچھا کیا آپ اُسے اپنا نجات دہندہ قبول نہیں کرینگے؟ اُس نے جواب دیا کہ مَیں اُسے اپنا نجات دہندہ قبول کرونگا۔ مگر پھر بھی وہ میٹنگ سے بڑی گھبراہٹ اور تکلیف کی حالت میں گیا۔ دوسری شام

کو وہ پھر میٹنگ میں آیا اور اُس نے یہ اقرار کیا کہ میں نے مسیح کو تو قبول کر لیا ہے پر یہ یقین ابھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ کہ اُس نے میرے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ میں نے اُسے خدا کے کلام میں سے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ خدا نے اُن کی نسبت جو نجات دہندہ کو قبول کرتے ہیں کیا فرمایا ہے لیکن ذرا بھی روشنی اُس کو حاصل نہ ہوئی۔ آخر کار وہ میٹنگ سے جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے ابھی ابھی اُسے یوحنا ۳: ۳۶ کے وسیلے یہ دکھا دیا تھا کہ وہ جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے وہ ہمیشہ کی زندگی رکھتا ہے۔ جب وہ جانے لگا تو اُس نے مجھ سے کہا "کیا آپ میرے لئے دُعا کرینگے"؟ میں نے کہا۔ "بیشک۔ میں آپ کے لئے دعا کرونگا" جب وہ چند قدم آگے نکل گیا تو میں نے اُسے آواز دی اور اپنے پاس بُلایا۔ اور کہا "کیا آپ یقین کرتے ہیں کہ میں آپ کے لئے دُعا کرونگا"؟ وہ بڑی حیرانی سے میری طرف دیکھنے اور کہنے لگا "بیشک میں یقین کرتا ہوں"۔ میں نے کہا۔ "آپ کس طرح یہ یقین رکھتے ہیں کہ میں آپ کے لئے دُعا کرونگا"؟ اُس نے جواب دیا "اس لئے کہ آپ نے کہا ہے کہ آپ ایسا کرینگے"۔ اس پر میں نے اُس سے کہا "کیا خدا کا قول ایسا سچا نہیں جیسا کہ میرا ہے"؟ اُس نے اس بات کو فوراً محسوس کر لیا کہ وہ میری بات کو سچ ماننے کے لئے تو تیار تھا پر خدا کی بات کو سچ ماننے کے لئے تیار نہیں اُس نے اُسی وقت اپنی نجات کا یقین حاصل کیا اور اس بات کو پہچانا کہ ہمیشہ کی زندگی اُسے مل گئی ہے۔ یوحنا ۵: ۲۴۔ اور ۱ یوحنا ۵: ۱۲ کو بھی ہم اسی طرح استعمال میں لا سکتے ہیں۔

اعمال ۱۳: ۳۹ اس قسم کے لوگوں کے لئے بڑی موزوں آیت ہے متلاشی سے پوچھو کہ اس آیت کے مطابق وہ جو ایمان لاتے ہیں کیا ہیں؟

جواب "راستباز" پھر یہ سوال کرو "کیا آپ ایمان لاتے ہیں ؟" اگر وہ کہے ہاں تو پوچھو۔ کہ "پھر آپ کیا ہیں" ؟ قبل اس کے کہ وہ اس بات کے مطلب کو سمجھے شاید آپ کو دو تین مرتبہ یہ سوال دُہرانا پڑیگا اور جب وہ یہ کہے کہ "میں راستباز ہوں" تو اُسی وقت اُس سے کہو کہ وہ دعا کے وسیلے خُدا کا شکر کرے کہ اُس نے اُسے راستباز ٹھیرایا۔ نیز اُس کو ترغیب دو کہ وہ مسیح کا اقرار کرے۔ اور دیکھو کہ وہ ایسا کرتا ہے یا نہیں۔ بہت سے متلاشی اس بات سے ٹھوکر کھاتے ہیں کہ وہ اپنے اندر اس امر پر رُوح کی گواہی نہیں رکھتے انہیں ایوحنا ۵: ۱۰ اسے دکھاؤ کہ خُدا کے کلام کی گواہی جو اُن کی قبولیت کے متعلق کافی ہے۔ اور اُن سے کہو کہ اگر وہ خُدا کی گواہی جو اُس کے کلام میں پائی جاتی ہے قبول نہیں کرینگے تو وہ اُسے جھوٹا ٹھیرائینگے۔ پھر انہیں افسی ۱: ۱۳ سے یہ بھی دکھاؤ کہ جب ہم کلام کی گواہی کو قبول کر لیتے ہیں تب ہم پر پاک موعود کی رُوح کی مہر لگتی ہے۔ نجات کے متعلق لیقین حاصل کرنے کی منزلوں کی ترتیب یہ ہے اول ہمارے راستباز ٹھیرائے جانے یا ہماری تصدیق کا یقین جو خُدا کے کلام پر مبنی ہے۔ دوم۔ زبان سے مسیح کا اقرار کرنا رومی ۱۰: ۱۰ سوم۔ رُوح القدس کی گواہی۔ بعض لوگ اس ترتیب کو اُلٹ دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسیح کا زبان سے اقرار کرنے سے پہلے رُوح کی گواہی چاہتے ہیں۔ متی ۱۰: ۳۲ و ۳۳ سے روشن ہے کہ جب ہم مسیح کا اقرار لوگوں کے سامنے کرتے ہیں تو اُس وقت وہ ہمارا اقرار باپ کے سامنے کرتا ہے۔ اور جب تک ہمارا اقرار باپ کے سامنے نہ کیا جائے تب تک ہم اُس کی رُوح کی گواہی کی عقلاً امید نہیں کر سکتے پس ظاہر ہے کہ مسیح کا اقرار زبان سے کرنا منطقی ترتیب کے مطابق رُوح کی گواہی سے پہلے ہوتا ہے +

جب ہم ان آیات کو استعمال میں لائیں تو اس بات کو صاف کر دینے کی بڑی ضرورت ہوگی کہ نجات بخش ایمان کیا ہے۔ کیونکہ بہت لوگ یہ کہینگے کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ ان آیات کے مفہوم کے مطابق وہ ایمان نہیں لائے ہیں۔ لہذا وہ جھوٹا یقین رکھنے اور باطل اُمیدوں کو اپنے دل میں جگہ دیتے اور کبھی مخلصی حاصل نہیں کرتے۔ جو لوگ نجات کے یقین کے متعلق کمزور ہیں اُن کے ساتھ بات چیت کرنے میں اکثر غلطی کی جاتی ہے۔ مسیحی کارندے اس بات کے لئے بہت فکرمند ہوتے ہیں کہ متلاشی پکے مسیحی بن جائیں۔ لہذا وہ بڑا زور دیتے ہیں کہ وہ نجات کا یقین حاصل کریں۔ حالانکہ اُن کا کوئی حق نہیں ہے کہ اُن کو اس قسم کا یقین نصیب ہو کیونکہ اُنھوں نے حقیقی طور پر مسیح کو قبول نہیں کیا یوحنا ۱: ۱۲ اور ۲ تمطاؤس ۱: ۱۲ وغیرہ مقامات اس بات کو بخوبی روشن کر دیتے ہیں کہ ایمان لانا کسے کہتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ "ایمان لانے سے مراد مسیح کو قبول کرنا یا اپنے آپ کو مسیح کے سپرد کرنا ہے۔ رومی ۱۰: ۱۰ سے بھی یہی مقصد پورا ہوگا۔ کیونکہ یہ آیت دکھاتی ہے کہ "راستبازی کے لئے ایمان لانا دل سے ہوتا ہے"۔

۲۔ پھر اس قسم کے لوگوں میں وہ بھی شامل ہیں جو نجات کے یقین سے بسبب گناہ کے محروم ہیں یا کسی بُری عادت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جس کے سبب سے وہ نجات کا یقین حاصل نہیں کر سکتے۔ اس یقین کو حاصل کرنے کے لئے لازم ہے کہ وہ اُس گناہ یا بُری حرکت سے دست بردار ہوں۔ یوحنا ۱۸: ۱۲ یسعیاہ ۵۵: ۷ مثال ۲۸: ۱۳ زبور ۳۲: ۱-۵ وغیرہ مقامات اس طرز کے لوگوں میں کام کرنے کے لئے نہایت مفید ہیں۔ کیونکہ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم معافی اور روشنی اور یقین اُسی وقت حاصل کرتے ہیں

جب کوئی شخص ایسا ملے جو اپنی نجات کا یقین نہیں رکھتا تو بہتر ہے کہ اُس سے یہ سوال کیا جائے ”کیا آپ کو کوئی ایسا گناہ معلوم ہے جس میں آپ مُبتلا ہیں یا اپنی زندگی میں کوئی ایسی بات دیکھتے ہیں جس کے سبب سے آپ کا ضمیر آپ کو دُکھ دے رہا ہے؟“

اسی باب میں ہم اُن لوگوں کا بھی ذکر کرینگے جو پیچھے ہٹ گئے ہیں اس طرح کے لوگ دو قسموں میں منقسم ہو سکتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اور ہی قسم کا سلوک کرنا چاہئے۔

۱۔ وہ بے پرواہ لوگ جو پیچھے ہٹ گئے ہیں اور پھر مسیح کے پاس آنے کی چنداں خواہش نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت یرمیاہ ۲:۵ کو کام میں لاؤ۔ اور یہ سوال متلاشی کے دل پر نقش کر دو۔ ”آپ نے خُداوند میں کونسی ناانصافی پائی جو آپ اُس سے دُور بھاگ گئے؟“ اور پھر اُنہیں ایسے نجات دہندہ اور دوست کو چھوڑ دینے کی کمینہ ناسپاسی اور حماقت سے آگاہ کرو۔ ممکن ہے کہ وہ مسیحیوں کے نامہربان سلوک کے سبب سے بھٹک گئے ہیں۔ مگر اُن کو اسی بات کی طرف متوجہ کئے رہو کہ خُداوند نے اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اور وہ اُس کے ساتھ اب کیسا سلوک کر رہے ہیں۔ یرمیاہ ۲:۱۳ بھی کام میں لاؤ اور اس قسم کے متلاشیوں کو دکھاؤ کہ اُنہوں نے کیا کچھ چھوڑا۔ اور کس چیز کی خاطر چھوڑا ہے۔ یہ آیت اُن سے پڑھواؤ اور پھر اُن سے پوچھو کہ یہ بات آپ پر صادق نہیں آتی ہے؟ کیا جس وقت آپ نے خُداوند کو چھوڑا اُس وقت ”جیتے پانی کے سوتے“ کو نہیں چھوڑا اور کیا اُس وقت اپنے لئے ایسے حوض نہیں کھودے ”ایسے ٹوٹے ہوئے حوض جن میں پانی نہیں ٹھہر سکتا“۔ اور اس صداقت کو یہ مثال دے کر

توضیح کرو کہ ایک صاف اور زندہ پانی کے چشمے کو چھوڑ کر ٹوٹے ہوئے حوضوں اور ناپاک اور میلے پانی کے نالابوں کی طرف رجوع کرنا کیسی حماقت کی بات ہے۔ خدا نے اس قسم کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لانے میں اس آیت کو بڑا اعزاز بخشا ہے۔ یرمیاہ ۲: ۱۹ بھی استعمال میں لائی جا سکتی ہے۔ جب وہ یہ آیت پڑھ لیں تو اُن سے پوچھو کیا آپ نے ابھی یہ تجربہ نہیں کیا ہے کہ خداوند کو ترک کرنا "بُرا اور نہایت ہی بیجا ہے"۔ امثال ۴: ۱۴۔ اسلاطین ۱۱: ۹ اور لوقا ۱۵: ۱۳۔۱۷ ایسے پھرے ہوئے اور منکر شخص کے لئے مفید ہیں جو توبہ کی ضرورت نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اُس کی گمگشتگی کے نتیجے ان آیات کے وسیلے اُس پر ظاہر ہو جائینگے۔ میرا ایک دوست اکثر عاموس ۴: ۱۱ و ۱۲ کو استعمال کرتا ہے اور بارہا اُس سے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ دوسری قسم کے برگشتہ لوگ وہ ہیں جو اپنی برگشتگی اور گناہ سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور خداوند کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ شاید ان لوگوں کے درمیان کام کرنا نہایت آسان ہے۔ یرمیاہ ۳: ۱۲ و ۱۳ و ۲۲ سے اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ خداوند انہیں قبول کرنے کو تیار ہے۔ اور وہ فقط یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں اور اُس کی طرف پھریں ہوسیع ۱۴: ۱۔۴ اُن برگشتوں کو جو تائب ہیں پُر محبت دعوت دیتا ہے اور نیز اُن کو وہ راہ دکھاتا ہے جس کی پیروی سے وہ واپس آ سکتے ہیں۔ یسعیاہ ۴۳: ۲۲ و ۲۴ و ۲۵۔ اور یسعیاہ ۴۴: ۲۰۔۲۲۔ یرمیاہ ۲۹: ۱۱۔۱۳۔ استثنا ۴: ۲۸۔۳۱۔ ۲ تواریخ ۷: ۱۴۔ اور ا یوحنا ۱: ۹ اور ۲: ۱۔۲ سے عیاں ہے کہ خدا اُن کے لئے جو پھر گئے ہیں ایسی محبت رکھتا ہے۔ جس میں کبھی زوال نہیں آتا اور کہ وہ ہمیشہ انہیں قبول کرنے کو رضامند ہے مرقس ۱۶: ۷۔ ۲ تواریخ

۱۵: ۴ اور ۳۳ : ۱-۹ اور ۱۲ و ۱۳ میں اُن لوگوں کی نظیریں درج ہیں جو خدا سے پھر گئے تھے۔ لیکن جب وہ واپس آئے تو خداوند نے انہیں بڑی محبت سے قبول کیا۔ ایوحنا ۱: ۹ یرمیاہ ۳: ۱۲-۱۳-۲ تواریخ ۱۵: ۱۲ و ۱۵ اور ۷: ۱۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو خداوند سے پھر گئے ہیں۔ خداوند کے پاس واپس آنے کے لئے کونسی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ وہ فروتن ہیں۔ اپنے گناہوں کا اقرار کریں۔ اور اپنے گناہ کو چھوڑ دیں۔ لوقا ۱۵: ۱۱-۲۴ شاید سب سے عمدہ مقام ہے جو ایسے آدمی کے ساتھ بات چیت کرتے وقت کام آسکتا ہے جو واپس آنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس مقام سے وہ منزلیں بھی ظاہر ہوتی ہیں جو طے کرنی پڑتی ہیں اور نیز وہ پُر محبت قبولیت بھی عیاں ہے جس سے خدا اُسے قبول کرتا ہے ۔

جب کوئی برگشتہ شخص واپس آجائے تو اُسے ہدایت کرنی چاہیے کہ وہ آئندہ کس طرح زندگی بسر کرے تاکہ پھر برگشتگی میں گرفتار نہ ہو۔ وہ ہدایت جو اُسے کرنی چاہیئے وہ اسی کتاب کے ۱۲ باب دفعہ ۱۶ میں مندرج ہے ۔

آٹھواں باب

اُن لوگوں کیساتھ پیش آنا جو بیدین اور ملحد ہونے کا صاف اقرار کرتے ہیں

واضح ہو کہ ملحدوں اور بے ایمانوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ لہٰذا ایک ہی قسم کا طریق استدلال سب کے لئے کافی یا موزوں نہ ہوگا۔

۱۔ وہ ملحد جو دین کی باتوں کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت اقرنتی ۱: ۱۸ کو استعمال کرو۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بائبل تو میرے لئے بیوقوفی ہے۔ تو آپ اُس سے کہیں۔ کہ ہاں بائبل خود یہی کہتی ہے۔ اغلب ہے کہ وہ یہ جواب سن کر نہایت حیران ہو آپ اُسے اقرنتی ۱: ۱۸ پڑھ کر سنا سکتے ہیں وہ صلیب کی منادی اُن کے لئے جو ہلاک ہوتے ہیں بیوقوفی ہے۔" پھر آپ اُس سے کہیں کہ "آپ نے دیکھا کہ بائبل خود بتلاتی ہے کہ وہ بعضوں کے لئے بیوقوفی ہے اور بعض وہ ہیں جو ہلاک ہونے والے ہیں۔ اور آپ کو بھی یہ اسی لئے بیوقوفی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ہلاکت کی راہ پر جا رہے ہیں۔" پھر اقرنتی ۲: ۱۴ کو بھی اسی صورت میں استعمال کر سکتے ہیں۔ ایک دن ایک مسیحی کارندہ ایک شخص کو مسیح کے پاس لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس شخص نے اُس سے کہا

"یہ سب کچھ جو آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں میرے لئے بیوقوفی ہے"۔ کارندہ نے فوراً جواب دیا کہ "عین یہی بات بائبل خود کہتی ہے"۔ وہ شخص اُس کی طرف متحیر ہو کر تکنے لگا اور آخر یوں گویا ہوُا "یہ آپ نے کیا کہا؟" جواب دیا کہ "آپ نے ابھی کہا تھا کہ جو کچھ تم مجھے بتلا رہے ہو وہ سب بیوقوفی ہے سو میں عرض کرتا ہوں کہ بائبل بھی یہی کہتی ہے"۔ یہ سُن کر وہ شخص ایسا متحیر ہوُا کہ آگے کبھی نہیں ہوُا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کارندہ نے اُسے ا قرنتی ۲: ۱۴ کی طرف مائل کیا۔ "مگر نفسانی آدمی خُدا کی رُوح کی باتیں قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ اُس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں۔ اور نہ وہ اُنہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ روحانی طور پر پرکھی جاتی ہیں"۔ یہ سُن کر اُس آدمی نے کہا "میں نے اس بات کو پہلے کبھی اس صورت میں نہیں دیکھا تھا اور نہ آگے کبھی اُس کے متعلق ایسا خیال کیا تھا"۔ ۲ کرنتھیوں ۴: ۳ و ۴ تمسخر کرنے والے کو یہ دکھانے کے لئے نہایت مفید ہے کہ اُس کی گم گشتگی اور بے ایمانی کا سبب یہ ہے کہ "اس دُنیا کے خُدا نے اُس کی عقل کو اندھا" کر رکھا ہے ۲ تسلونیقی ۲: ۱۰-۱۲ سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ بے ایمانی کا اصل منبع کیا ہے۔ اور وہ ان لفظوں میں سے مترشح ہے۔ اسواسطے کہ انہوں نے حق کی محبت کو قبول نہ کیا"۔ اور کہ بے ایمانی کے نتائج "دھوکا" اور "ہلاکت" ہیں۔ یوحنا ۸: ۲۱ و ۲۴ بھی اس قسم کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے معاملے میں اظہار صداقت کے لئے نہایت اکسیر ہے۔ کیونکہ اس سے بے ایمانی کے سخت نتائج بخوبی مترشح ہوتے ہیں۔ یوحنا ۵: ۴۴۔ اور یوحنا ۳: ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ سے بھی بے ایمانی کی اصلی خرابی ظاہر ہوتی ہے زبور ۱۴: ۱ بھی بعض مواقع پر مفید ثابت ہو گی گو اُس کے استعمال میں بڑی خبرداری

کو کام میں لانا چاہیئے۔ یعنی اس مقام کو صرف اُسی وقت استعمال کرنا چاہیئے جبکہ ہم اُسے سرگرمی اور محبّت کے ساتھ استعمال میں لا سکیں۔ ۲ تسلونیقی ۱:۷،۸ کے استعمال سے بھی عمدہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

۲۔ سچّے اور حقیقی منکر۔ ہمارے زمانہ میں بہت سے ایسے مرد اور بہت سی ایسی عورتیں پائی جاتی ہیں جو فی الواقع خواہشمند ہیں کہ اُنہیں صداقت کی پہچان حاصل ہو۔ مگر وہ شکوک کے اندھیرے سے محیط ہیں۔ ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے یوحنا ۷:۱۷ ایک نہایت عمدہ مقام ہے اس سے وہ راہ معلوم ہو جاتی ہے جو شکوک کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں پہنچاتی ہے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ منکر جو شکوک و شبہات کی ظلمت میں پھنسا ہوا ہے اس آیت کے مفہوم کے مطابق عمل کرے۔ اُس سے پوچھیے کہ کیا آپ اپنی مرضی کو خدا کے سپرد کر دینگے۔ اور کیا آپ وعدہ کرتے ہیں کہ آپ سرگرمی اور سچائی کے ساتھ اس بات کی تلاش کرینگے کہ خدا کی مرضی کیا ہے تاکہ اُس کے معلوم ہو جانے پر آپ اُس کے مطابق عمل کریں۔ اور کیا آپ خدا سے یہ التجا کرینگے کہ وہ آپ پر ظاہر کرے کہ آیا آپ کو نجات دہندے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کیا وہ نجات دہندہ یسوع مسیح ہے یا نہیں۔ کیا وہ خدا کا بیٹا ہے یا نہیں۔ اور کیا آپ یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اگر خدا آپ پر اس بات کو ظاہر کر دے کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے تو کیا آپ اُسے اپنا نجات دہندہ قبول کرینگے۔ اور پھر اُس کا اقرار دنیا کے رُوبرُو کرینگے"۔ اُس سے یہ وعدے صاف صاف صورت میں کروالو اور کاغذ پر سیاہی سے لکھوالو۔ اگر وہ یہ بات کر دے تو اُس کے شکوک دم بھر میں کافور ہو جائینگے۔

ایک شام کا ذکر ہے کہ عبادت کے بعد مَیں نے ایک جنٹلمین سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ مسیحی نہیں ہیں۔ اُس نے یہ جواب دیا۔ "میں آپ کو بتلاتا ہُوں کہ مَیں اس مضمون پر بہت سی گفتگو نہیں کرتا۔ کیونکہ مَیں اس پر ایسا فخر نہیں کر سکتا جیسا کہ بعض کیا کرتے ہیں۔ مَیں شکوک میں مُبتلا ہوں۔ اور اکثر اِس معاملے پر سوچتے سوچتے میری کئی راتیں گذر جاتی ہیں"۔ مَیں نے کہا۔ "کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ خُدا ہے؟" کہا "میں یہ تو اب تک مانتا رہا ہُوں کہ خُدا ہے"۔ مَیں نے جواب دیا۔ "اچھا اگر خُدا ہے تو آپ کو اُس کا حکم ماننا چاہیئے۔ کیا آپ آج شب کو خُدا کی مرضی کے ایسے تابع ہونگے کہ اگر وہ آپ کو نیاگرا فالز (آبشار دریائے نیاگرا) میں گرنے کو کہے تو آپ اس امر میں بھی اُس کے حکم کی پیروی کریںگے"؟ کہا جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ ایسا کرنا اچھا ہے مَیں کرتا ہُوں"۔ مَیں نے کہا "مَیں آپ سے یہ نہیں پوچھتا۔ میں یہ عرض کرتا ہُوں کہ کیا آپ آج شب کو خُدا کی مرضی کو ایسی صورت میں اختیار کرنے کو تیار ہیں۔ کہ وہ آپ کو خواہ کسی جگہ لے جائے آپ وہیں جائینگے؟ کہا "مَیں نے اس طرح تو کبھی نہیں سوچا"۔ مَیں نے کہا "کیا آپ اس وقت کرنے کو تیار ہیں"؟ جواب دیا "ہاں"۔ زاں بعد مَیں نے کہا "کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ خُدا دعا کا جواب دیتا ہے"؟ کہا۔ "مَیں نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے کہ نہیں دیتا"۔ مَیں نے کہا "پر آپ یہ بھی وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مطلق جواب نہیں دیتا ہے"۔ کہا "نہیں مَیں پختہ طور پر ایسا نہیں کہہ سکتا"۔ مَیں نے مخاطب ہو کر یہ الفاظ اپنی زبان سے نکالے۔ اسی میں سچائی تک پہنچنے کا امکان پایا جاتا ہے کیا آپ اُس طریقہ کی پیروی کرینگے جو سچائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

کیا آپ خُدا سے التجا کرینگے کہ وہ آپ پر اس بات کو ظاہر کرے۔ کہ آیا یسُوع اُس کا بیٹا ہے کہ نہیں۔ اور کہ آپ کا فرض اُس کے متعلق کیا ہے۔" جواب دیا۔ "مَیں ایسا ہی کرونگا"۔ تھوڑے سے عرصے کے بعد وہ ایک میٹنگ میں آیا۔ اُس کے چہرے پر روشنی چمک رہی تھی۔ اور اُس نے اُٹھکر لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا "۔ مَیں تو تاریکی میں ملفوف تھا۔ اور مَیں کسی بات کو بھی نہیں مانا کرتا تھا"۔ زاں بعد اُس نے ہمیں بتایا کہ اُس نے اب کیا کیا۔ یعنی جو کچھ کرنے کا وعدہ اُس نے کیا تھا اُس کو کیا۔ یہ بتلا کر اُس نے کہا۔ کہ "اب میرے تمام شکوک رفع ہو گئے ہیں۔ یہ مَیں نہیں جانتا کہ وہ کہاں چلے گئے ہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اب وہ کافور ہو گئے ہیں"۔ لیکن اگر کوئی منکر جو شکوک میں مُبتلا ہے اس طرح عمل کرنے کو راضی نہ ہو تو آپ یہ کہکر اُس کا مُنہ بند کر سکتے ہیں۔ "آپ شکوک کے رفع کرنے کے معاملے میں صدق دلی سے کام نہیں لیتے۔ آپ کے شکوک اس قدر تکلیف دہ نہیں ہیں جس قدر آپ کا گناہ ہے۔ اگر وہ آدمی خدا کی ہستی کا قائل نہیں ہے۔ تو آپ اُس سے ایک قدم اور بھی پیچھے ہٹ کر گفتگو کر سکتے ہیں۔ مثلاً آپ اُس سے پوچھیں کہ کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ نیکی اور بدی میں حقیقی فرق پایا جاتا ہے (اگر وہ اس بات کا قائل نہیں تو وہ محض بکواسی ہے) پر اگر وہ کہے کہ ہاں نیکی اور بدی میں جو فرق پایا جاتا ہے۔ مَیں اُس کا قائل ہوں۔ تو اُس سے پوچھو کہ کیا آپ اس وقت اُس بات کی پیروی کے لئے جو راست ہے تیار ہیں نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو؟ اب ممکن ہے کہ وہ پیچھا چھڑانے کے لئے یہ پوچھے "راستی کسے کہتے ہیں"؟ یا شاید وہ یہ جواب دے "مَیں جس قدر راستی سے واقف ہوں اُس قدر اُس کو عمل میں لا رہا ہوں"۔ اب

تم اُس سے یہ وعدہ کرواؤ کہ وہ راستی پر خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو قائم رہیگا اور نتیجے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں وہ اُس کی پیروی بہر حال کریگا۔ ازاں بعد اُس پر اس بات کو نقش کردو کہ اگر وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے تو وہ اس بات کے دریافت کرنے کی کوشش کریگا کہ حق کیا ہے۔ پھر اُس سے یہ بھی کہو۔ آپ تو یہ نہیں جانتے کہ آیا خُدا دعا کا جواب دیتا ہے یا نہیں۔ مگر میں جانتا ہُوں کہ وہ دعا کا جواب دیتا ہے۔ اگر آپ حق کے جاننے کی سچی خواہش رکھتے ہیں تو آپ اس راہ کی جو حقیقی علم تک پہنچاتی ہے پیروی کریں اگر آپ اور کچھ نہیں کرسکتے تو کم ازکم یہ تو کریں کہ گھٹنوں پر گر کر یہ دعا کریں "اے میرے خُدا اگر تو موجود ہے تو مجھ پر اپنی مرضی ظاہر کر۔ اگر تو اُسے ظاہر کردے تو میں اُسے بجالاؤنگا۔ مجھ پر اس بات کو ظاہر کر کہ یسوع تیرا بیٹا ہے یا نہیں اگر تو مجھے بتادیگا کہ وہ تیرا بیٹا ہے تو میں اُسے اپنا نجات دہندہ قبول کرونگا اور اُس کے نام کا اقرار دُنیا کے سامنے کرونگا"۔ اس کے بعد اُس آدمی کو یوحنا کی انجیل شروع کرنے کی ہدایت کرو۔ اور بتاؤ کہ وہ اُسے آہستہ آہستہ اور بڑے غور وفکر سے پڑھے۔ اور صرف چند آیات ہی ایک مرتبہ میں پڑھے لیکن ہر دفعہ پڑھنے سے پیشتر نور الٰہی کے لئے التجا کرے اور اس کے ساتھ یہ وعدہ بھی کرے کہ جوں ہی خُدا روشنی عطا کریگا وہ اُسی دم اُس کی پیروی کرنی شروع کردیگا۔ اگر وہ صدق دل سے اس عقلی طریق کی پیروی کریگا تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ ایمان کی روشنی میں قدم مارنے لگ جائیگا۔ وہ بائبل کو خُدا کا کلام اور یسوع کو خُدا کا بیٹا تسلیم کریگا۔ پر اگر یہ شخص صادق نہیں ہے تو اس طریقہ سے یہ بات روشن ہوجائے گی اور پھر آپ اُس کو کہہ سکینگے کہ مشکل اُس کی بے ایمانی میں نہیں پائی جاتی بلکہ اُس کے باغی دل میں پائی

جاتی ہے۔

پر اگر وہ یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ راستی اور ناراستی میں کسی طرح کا فرق پایا جاتا ہے تو آپ یہ سوچ لیں کہ وہ بدچلن آدمی ہے۔ اور پھر آپ اُس کی طرف بڑی مہربانی اور سرگرمی سے متوجہ ہو کر کہیں "پیارے دوست معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی میں کسی نہ کسی طرح کا نقص پایا جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص جو راستی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ اس بات پر شک نہیں لاتا کہ راستی اور ناراستی میں فرق پایا جاتا ہے۔ آپ غالباً جانتے ہیں کہ ناراستی کسے کہتے ہیں۔ پس جو بات آپ کو نقصان پہنچا رہی ہے وہ درحقیقت آپ کی بے دینی نہیں ہے بلکہ آپ کا گناہ ہے"۔

ایک شام کا ذکر ہے کہ مَیں نے لوگوں سے کہا کہ اگر کوئی شک لانے والا یا کوئی اور شخص میرے ساتھ گفتگو کرنا چاہے تو وہ میٹنگ کے بعد ٹھہرا رہے۔ اس پر ایک نوجوان جس کے ساتھ مَیں چند ماہ پہلے بھی گفتگو کر چکا تھا ٹھہرا رہا۔ مَیں نے اُس سے پوچھا آپ کی کیا مشکل ہے؟ کہا کہ میری وہی مشکل ہے جس کا ذکر مَیں نے آپ سے بہار کے موسم میں کیا تھا مَیں نہیں مان سکتا کہ خدا ہے۔ مَیں نے کہا۔ کیا آپ نے اُسی طرح کیا جس طرح مَیں نے اپنی پہلی گفتگو میں آپ کو کرنے کو کہا تھا؟ کیا آپ نے راستی کی پیروی کرنے کی کوشش کی؟ اُس نے جواب دیا مَیں نہیں جانتا۔ کہ راستی بھی کوئی شے ہے۔ اس پر مَیں نے اُس کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور اُس سے یہ سوال کیا "کیا آپ کی زندگی میں کوئی گناہ تو نہیں پایا جاتا"۔ اس کے جواب میں اُس نے کہا "ہاں"۔ مَیں نے کہا "وہ کیا ہے"؟ کہا کہ "وہی جو مَیں نے آپ کو پچھلی دفعہ بتایا تھا"۔ مَیں نے کہا "آپ نے وعدہ

کیا تھا کہ میں اُسے چھوڑ دونگا۔ کیا اُسے چھوڑ دیا ہے"؟ کہا "نہیں میں نے ابھی تک نہیں چھوڑا ہے"۔ میں نے کہا۔ بس آپ کی یہی مشکل ہے آپ کے شکوک میں مشکلات نہیں ہیں بلکہ آپ اُس گناہ کو چھوڑ دیں تو آپ کے شکوک آپ ہی رفع ہو جائینگے۔ یہ سُن کر بڑی گھبراہٹ کے ساتھ اُس نے جواب دیا "ہاں میں بھی خیال کرتا ہوں کہ اصل مشکل یہی ہے"۔

۳۔ وہ جو خُدا کی ہستی پر شک لاتے ہیں۔ جو مقامات پہلی اور دوسری دفعہ کے ضمن میں دیئے گئے ہیں اُنہیں کو ایسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت کام میں لانا مفید ہے۔ بلکہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ جو مقامات اس دفعہ کی ذیل میں پیش کئے جائینگے اُن سے بھی پہلے اُنہیں آیات کو استعمال کرنا چاہئے۔ تین مقام اس قسم کے بیدینوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت بڑے پُر تاثیر ثابت ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک زبور ۱:۱۴ ہے مگر اس مقام کو استعمال میں لانے سے پیشتر آپ اُس شخص کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ "آپ مجھے خُدا کے کلام میں سے ایک جگہ پڑھ کر سنانے کی اجازت دیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ اُن لوگوں کی نسبت جو اُس کی ہستی کا انکار کرتے ہیں کیا لکھتا ہے"۔ اکثر اوقات یہ مفید ہوتا ہے کہ آپ خاموش رہیں اور اس مقام کو اپنا کام آپ کرنے دیں۔ مگر بعض اوقات شاید یہی مناسب ہو کہ اس کے متعلق کچھ کہا بھی جائے۔ پس آپ اُس آدمی کی توجہ اس بات کی طرف منعطف کریں۔ کہ احمق اپنے دل میں کہتا ہے کہ خُدا نہیں ہے۔ مزدور "اپنے دل" پر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس واسطے خُدا کی ہستی کو نہیں مانتا کہ ماننا چاہتا نہیں۔ اس پر آپ یہ بھی اضافہ کر سکتے ہیں کہ اس بات کی حماقت کہ کوئی خُدا نہیں ہے دو باتوں میں ظاہر ہوتی ہے

ایک یہ ہے کہ خدا ہے اور یہ کہنا کہ وہ نہیں ہے حماقت پر دلالت کرتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خدا کا انکار ہمیشہ دُکھ اور مصیبت کا باعث ہوتا ہے۔ اُس آدمی سے پوچھو کیا آپ نے کبھی کسی ملحد کو خوش دیکھا ہے۔ زبور ۱۹:۱ و ۲ رومی ۱:۱۹-۲۱ بھی کارگر مقامات ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جو بائبل کے کلام الٰہی ہونے پر شک لاتے ہیں۔ رومی ۳: ۳ و ۴۔ اس بات کے دکھانے کے لئے ایک اچھا مقام ہے کہ بائبل پر شک لانا بائبل کی حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا۔ متی ۲۴:۳۵ ایک ایسا مقام ہے جسے رُوح القدس اکثر استعمال کرتی ہے۔ تاکہ شک کرنے والے کے دل پر اس بات کو ظاہر کر دے کہ خُدا کا کلام سچا اور بے تبدیل ہے۔ مرقس ۷:۱۳ متی ۵:۱۸ یوحنا ۱۰:۳۵ لوقا ۲۴:۲۷ و ۴۴ سے وہ گواہی ٹپکتی ہے جو مسیح نے اس بارے میں دی ہے کہ پرانا عہدنامہ خُدا کا کلام ہے۔ یہ آیات خاص کر اُن لوگوں کے لئے مفید ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کے اختیار کے تو قائل ہیں مگر پرانے عہدنامہ کو نہیں مانتے۔ مگر ان آیتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح پرانے عہدنامہ کے نوشتوں پر مُہر لگا دیتا ہے۔ اور یہ مقامات پختہ طور پر اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اگر ہم مسیح کے قائل ہیں تو ہمیں پرانے عہدنامہ کا بھی قائل ہونا پڑیگا۔ اسی طرح یوحنا ۱۴:۲۶-اور ۱۶:۱۲ و ۱۳ بھی بڑے مفید مقامات ہیں کیونکہ اُن میں مسیح نئے عہدنامہ کے من جانب اللہ ہونے کی تائید کرتا ہے۔

اتسلونیکی ۲:۱۳-اس دعوے کی تردید میں استعمال ہو سکتا ہے کہ پولوس کہیں نہیں کہتا کہ میری تعلیم خدا کی طرف سے ہے۔ ۲ پطرس ۱:۲۱ یوحنا ۸:۴۷۔ لوقا ۱۶:۳۰ و ۳۱ بھی اس قسم کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے

دقت کام میں آ سکتے ہیں - ۲ یوحنا ۵ : ۱۰ اُن لوگوں کا جُرم ثابت کرنے کے لئے اُس کلام کو جو خُدا نے عطا فرمایا ہے قبول نہیں کرتے - ایک نہایت پُر تاثیر مقام ہے - اس آخری مقام کو استعمال کرنے سے پہلے آپ کہہ سکتے ہیں ! "وہ کیا آپ شک کرتے ہیں کہ بائبل خُدا کا کلام نہیں ؟ اچھا آیئے دیکھیے کہ خُدا اُن کی نسبت کیا کہتا ہے - جو اُس کی گواہی کو نہیں مانتے" یہ کہکر آپ اُن کو اس مقام کی طرف متوجہ کریں اور اسے پڑھنے دیں ✤

۵ - وہ جو آئیندہ زندگی پر شک لاتے ہیں - اُن کے لئے ذیل کے مقامات کارگر ہیں - اقرنتی ۱۵ : ۳۲ - ۳۶ - یوحنا ۵ : ۲۸ - ۲۹ - دانیل ۱۲ : ۲ ✤

۶ - وہ جو آئیندہ سزا پر شک لاتے ہیں - اور نہیں مانتے کہ وہ جو گمراہ ہو گئے ہیں وہ ہمیشہ کا عذاب پائینگے - اور اُسے محسوس بھی کرینگے - مکاشفات ۲۱ : ۸ آیت سے اس بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ نوشتے لفظ "موت" کو کس معنی میں استعمال کرتے ہیں - مکاشفات ۱۷ : ۸ سے بمقابلہ ۱۹ : ۲۰ ظاہر ہو جاتا ہے کہ نوشتوں میں پرڈیشن اور ہلاکت سے کیا مراد ہے - مکاشفات ۱۹ : ۲۰ کو مکاشفات ۲۰ : ۱۰ کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آگ کی جھیل ایسی جگہ نہیں ہے جہاں وہ لوگ جو اس میں ڈالے گئے ہیں فنا ہو جائیں - کیونکہ ہم آخری مقام کے وسیلے سے دیکھتے ہیں کہ حیوان اور جھوٹا نبی جو اُس میں ڈالے گئے ہیں ہزار برس کے بعد بھی وہاں موجود ہیں اور کہ وہ بجائے فنا ہو لے یا ناشناخت زندگی کو کھو دینے کے عوض دن رات وہاں عذاب پاتے ہیں - مکاشفات ۱۴ : ۱۱ - ۸

سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اُس عذاب میں مبتلا ہیں جس کا ذکر اس مقام میں پایا جاتا ہے۔ وہ وہی ہیں جن کے نام حیات کی کتاب میں درج ہیں۔ متی ۱۰: ۲۸ عیاں ہے کہ جسم کی تباہی کے قطع نظر رُوح کی ہلاکت یا تباہی بھی ہے۔ لوقا ۱۲: ۵ سے ہویدا ہے کہ مرنے کے بعد "دوزخ" کی سزا بھی آتی ہے مرقس ۳: ۲۸-۲۹ (نیا ترجمہ) دکھاتا ہے کہ ابدی گناہ بھی ایک چیز ہے لوقا ۱۶: ۲۳-۲۶ سے یہ گواہی ملتی ہے کہ بدکار مُردوں کی حالت دائمی تکلیف کی حالت ہے مرقس ۱۴: ۲۱ سے مترشح ہے کہ جو سزا بدکاروں کو ملتی ہے وہ ایسی سخت قسم کی ہے کہ اگر وہ جو اس میں گرفتار ہے پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا ہوتا +

۲ پطرس ۲: ۴۔ اور یہوداہ ۶ سے عیاں ہے کہ دوزخ ایسی جگہ نہیں ہے جہاں رہنے والے فنا ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہاں کے باشندے خُدا کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے زندہ رکھے جاتے ہیں۔ عبرانی ۱۰: ۲۸-۲۹ سے ہم سیکھتے ہیں کہ جو مُوسیٰ کی شریعت کو پامال کرتا تھا۔ اُس کی سزا موت تھی مگر وہ جو خُدا کے بیٹے کو پامال کرتا ہے اُس کی سزا اُس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ متی ۲۵: ۴۱ سے اس مضمون پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریر اُسی جگہ کو جاتے ہیں جہاں حیوان اور جھوٹا نبی اور شیطان جن کا ذکر مکاشفات ۱۹: ۲۰۔ اور ۲۰: ۱۰ میں آتا ہے جاتے ہیں اور وہاں اُن کی دائمی تکلیف میں اُن کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔

۷۔ وہ جو یسُوع مسیح کی الوہیت پر شک لاتے ہیں:۔

(الف) اعمال ۱۰: ۳۶ و ۱ تمتھیس ۲: ۸ (مقابلہ کرو ساتھ زبور ۲۴: ۸-۱۰ کے) عبرانی ۱: ۸ یوحنا ۲۰: ۲۸ رومی ۹: ۵ مکاشفات ۱: ۱۶-۱۷ (مقابلہ کرو یسعیاہ ۴۴: ۶ کے ساتھ) ان سب مقاموں سے صادر ہوتا ہے کہ مسیح سے کئی الٰہی

القاب منسوب کئے گئے ہیں۔ پرانے عہدنامہ میں جو القاب یہوّاہ سے منسوب کئے گئے ہیں وہی نئے عہدنامہ میں یسوع سے منسوب کئے جاتے ہیں۔

(ب) عبرانی ۱: ۱۰ میں ہم الٰہی عہدے مسیح سے منسوب دیکھتے ہیں۔

(ج) یوحنا ۵: ۲۲-۲۳ بمقابلہ مکاشفات ۵: ۱۳ نیز عبرانی ۱: ۶ و فلپی ۲: ۱۰ سے تعلیم ملتی ہے کہ مسیح کی عبادت خُدا کی طرح کی جائے۔

(د) یوحنا ۵: ۲۲-۲۳ میں دیکھتے ہیں کہ یسوع اُسی عزت کا دعویٰ کرتا ہے جو باپ کو دی جاتی ہے۔ پس وہ یا تو خود ایک الٰہی شخص تھا۔ یا ایسا دھوکا باز جس کا ثانی دُنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ اس بات کو سننے والے کے دل پر نقش کردو کہ جو شخص مسیح کی الوہیّت کا انکار کرتا ہے وہ اُسے کُفر گو اور دھوکا باز بناتا ہے۔ مرقس ۱۴: ۶۱ و ۶۲ کو بھی اسی طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

(ہ) ا۔یوحنا ۲: ۲۲-۲۳ (بمقابلہ ا۔یوحنا ۵: ۱ و ۵ سے کرو) سے ظاہر ہے کہ جو شخص مسیح کی الوہیّت کا انکار کرتا ہے وہ خواہ کوئی کیوں نہ ہو اس کو جھوٹا ٹھیراتا ہے۔ لہٰذا مخالف مسیح ہے۔ ا۔یوحنا ۵: ۱۰-۱۲ سے یہ ٹپکتا ہے کہ جو شخص مسیح کو الٰہی وجود نہیں مانتا وہ خُدا کو جھوٹا ٹھیراتا ہے کیونکہ وہ عبرانی ۱۰: ۲۸ و ۲۹ سے وہ بیوقوفی ٹپکتی ہے جو مسیح کے ابن خدا ہونے کے انکار میں پائی جاتی ہے۔ یوحنا ۸: ۲۴ سے یہ پختہ گواہی ملتی ہے کہ جو شخص مسیح کی الوہیّت کو نہیں مانتا وہ نجات نہیں پائیگا۔ یوحنا ۲۲: ۳۱ سے عیاں ہے کہ ہم اس ایمان سے زندگی پاتے ہیں کہ یسوع ہی مسیح اور خُدا کا فرزند ہے۔

(فائدہ ۷۔ واضح ہو کہ خاص خاص مشکلات پر بحث کرنے سے پیشتر یہ بہتر ہے کہ متلاشی کے ساتھ گفتگو کرتے وقت اُن آیات و مقامات کو استعمال کریں۔ جو اس باب میں پہلی دو فصلوں کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں)۔

بسا اوقات خاص خاص سوالات پر مثلاً آئندہ کی سزا وغیرہ سوالات پر بولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تاوقتیکہ متلاشی اس بات کا فیصلہ پہلے نہ کرے کہ وہ مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کریگا +

نواں باب

وہ جو شاکی ہیں اُن کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے

۱۔ اوّل وہ جو خُدا کے برخلاف شکایت کرتے ہیں۔ کئی لوگ جنہیں آپ مسیح کے پاس لانا چاہینگے۔ شاید یہ کہینگے کہ خُدا بڑا بے انصاف اور ظالم ہے ایوب ۴۰ : ۲ اور رومی ۹ : ۲۰۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں بڑے تاثیر کُن مقام ہیں اور ان پر شرح کا حاشیہ بھی چڑھانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ شاید یہ بہتر ہوگا۔ کہ ان مقامات کو پڑھنے سے پیشتر مختصر سی تمہید سے کام لیا جائے۔ شاید ایسے اشخاص سے یہ کہنا مفید ہوگا "آپ جانتے ہیں کہ آپ خُدا کو بے انصاف اور ظالم کہکر کیسے بڑے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں"؟ یہ کہکر مذکورہ بالا آیات پڑھ کر سناؤ۔ اگر رومی ۱۱ : ۳۳ پڑھا جائے تو اُس سے شاکی پر روشن ہو جائیگا کہ خُدا کی راہیں اس واسطے انصاف

سے خالی معلوم ہوتی ہیں کہ وہ بہت گہری اور پتہ ملنے سے بعید ہیں۔ پس خدا کی باتوں میں کسی طرح کا نقص نہیں پایا جاتا۔ نقص تو صرف ہماری ہی سمجھ میں پایا جاتا ہے۔ عبرانی ۱۲: ۵، ۷ و ۱۰ و ۱۱ وغیرہ آیات خاص کر اُن متلاشیوں کے واسطے مفید ہیں جو اپنی مصیبتوں کے سبب سے شکایت کرتے ہیں۔ یسعیاہ ۵۵: ۸-۹ بھی ایک نہایت کارآمد آیت ہے۔ آپ بہت دفعہ ایسے لوگوں سے بھی ملینگے جو یہ کہینگے کہ یہ خدا کی بے انصافی ہے کہ اُس نے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اور پھر اُن پر سزا کا حکم دیا۔ ایسے لوگوں کو حزقیل ۳۳: ۱۱ کی طرف متوجہ کرو۔ یہ مقام اس شکایت کو رفع کر دیتا ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کسی گنہگار کی موت یا ہلاکت سے خوش نہیں بلکہ ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہے۔ پس بدکار اپنی سزا آپ اپنے اوپر نازل کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے دل کی سختی کو نہیں چھوڑتے۔ اور نہ توبہ کرتے ہیں۔ ۱ تمطاؤس ۲: ۳ و ۴ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے انسان کو فتوے لگانے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ برعکس اس کے وہ یہ چاہتا ہے کہ سب بنی آدم بچ جائیں۔ ۲ پطرس ۳: ۹ سے مترشح ہے کہ خدا نہیں چاہتا کہ کوئی بھی ہلاک ہو۔ بلکہ وہ اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں اسی لئے دیر کر رہا ہے کہ سب لوگ توبہ کریں۔ یوحنا ۵: ۴۰ اور متی ۲۳: ۳۷ سے ظاہر ہے کہ انسان کی سزا کا اصلی سبب یہ ہے کہ لوگ جان بوجھ کر اور سخت دل ہو کر مسیح کے پاس آنے سے انکار کرتے ہیں۔ یوحنا ۳: ۳۶۔ اور ۳: ۱۶ بھی بہت موقعوں پر فائدہ مند مقام ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ وہ جو بائبل کے برخلاف شکایت کرتے ہیں۔ لوگ اکثر آپ سے کہینگے کہ "بائبل میں بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں جو ایک دوسری کو

کاٹتی ہیں۔ پس یہ کتاب تو حماقت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے" دو قسم کی آیات ایسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں کام آسکتی ہیں۔

(الف) ۱ تھسلنیکی ۱۱:۱ و ۱۸۔ ۲:۲۴۔ ۲ قرنتھی ۴:۳-۴۔ دانیل ۱۲:۱۰۔ رومی ۱۱:۳۳ و ۳۴۔ زیادہ سخت لوگوں کے ساتھ بات کرتے وقت ۲ تسلونیکی ۲:۱۰ و ۱۱ و ۱۲ اسے کام لینا چاہیے۔

(ب) یوحنا ۷:۱۷۔ زبور ۲۵:۱۴۔ متی ۱۱:۲۵ (باب ۸ کے دفعات اور اس کے ضمن میں ہم جو کہہ آئے ہیں اُسے بھی دیکھو) جو لوگ یہ کہیں کہ تمہاری بائبل میں متناقض باتیں پائی جاتی ہیں۔ اُن سے گفتگو کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ بعض وقت یہ ہوتا ہے کہ بائبل اُن کے ہاتھ میں دی جائے اور اُن سے کہا جائے کہ بھائی وہ ایک متناقض باتیں ہمیں بھی اس میں سے نکال کر دکھا دو۔ کئی لوگ تو ایسے ہونگے کہ وہ کوئی مقام بھی نکالنے کی کوشش ہی نہیں کرینگے۔ کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ بائبل کے برخلاف شکایت کرتے ہیں وہ اُن باتوں سے جو اُس میں پائی جاتی ہیں مطلق واقف ہی نہیں ہوتے۔ ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس لایا گیا کہ میں اُس کے ساتھ مل کر گفتگو کروں۔ جب میں نے اُس سے پوچھا کہ "آپ عیسائی کیوں نہیں ہوتے" تو اُس نے مجھے جواب دیا "اس لئے کہ بائبل سراسر تناقضات سے بھری ہوئی ہے" میں نے اُس سے کہا کہ "ایک آدھ مجھے بھی دکھا دیجئے" جواب دیا کہ ایک آدھ کیا دکھاؤں "وہ تو ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہے" میں نے کہا "اگر وہ بھری ہوئی ہے تو ایک آدھ نکال کر دکھانا کچھ مشکل نہ ہوگا" جواب دیا "ایک بات تو زبور میں پائی جاتی ہے" میں نے کہا "وہی مجھے دکھا دیجئے" اس

پر اُس نے زبور کی کتاب کی تلاش نئے عہد نامہ میں کرنی شروع کی۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ بائبل کے جس حصہ میں زبور کی کتاب پائی جاتی ہے آپ وہاں اُس کی تلاش نہیں کر رہے ہیں۔ کتاب مجھے دیجئے مَیں آپ کو نکال دیتا ہوں۔ مَیں نے کتاب لے کر زبور کی کتاب نکالی۔ اور اُس کے حوالہ کی۔ اُس نے کچھ عرصہ تک فضول ورق گردانی کی اور پھر کہا کہ "اگر میری بائبل میرے پاس ہوتی تو مَیں وہ مقام نکال دیتا"۔ مَیں نے کہا اچھا آپ آج رات کو اپنی بائبل اپنے ساتھ لیتے آنا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ مَیں لاؤنگا اور گرجہ میں فلاں وقت آپ کو ملُونگا۔ وقت مقررہ تو آگیا مگر وہ نہ آیا۔ چند ماہ کے بعد اُسی گرجہ گھر میں پھر میٹنگیں ہوئیں۔ ایک دن ایک کارندہ نے مجھے اپنے پاس بُلایا اور کہا "یہاں ایک نوجوان ہے۔ آپ اُس سے بات چیت کریں۔ وہ منکر ہے"۔ مَیں نے اُس کی طرف دیکھا اور فوراً پہچان لیا کہ فلاں شخص ہے۔ مَیں نے اُس سے کہا تم تو وہی شخص ہو جو اسی گرجہ میں میرے سامنے جھوٹ بول گئے تھے۔ وہ بہت گھبرایا پر آخرکار اُس نے مان لیا کہ مَیں وہی ہوں۔ خیر یہ شخص اب تک اُسی پرانی عادت میں گرفتار تھا۔ یعنی اب تک یہی کہتا تھا کہ بائبل میں متخالف باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو لوگ ایسا دعوے کرتے ہیں وہ دس میں سے نو اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں کہ بائبل کیا ہے اور اُس میں کیا پایا جاتا ہے۔ اور جب آپ اُن سے کہتے ہیں کہ وہ مخالف باتیں ہمیں دکھاؤ تو وہ حیرت اور پریشانی سے بھر جاتے ہیں۔

۳۔ وہ جو خدا کے طریق نجات پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت لوگ آپ کو ایسے ملینگے جو یہ کہینگے "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ

خُدا دُنیا کو سوائے اپنے بیٹے کی موت کے اور کسی طرح بچا ہی نہیں سکتا۔ تھا۔" یسعیاہ ۵۵: ۸ و ۹ اور رومی ۱۱: ۳۳۔ ایسے لوگوں پر حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیئے اچھے مقامات ہیں۔ مَیں نے رومی ۹: ۲۰ کو بھی ایسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت استعمال کیا ہے۔ اور دیکھا کہ نتیجہ بھی اچھا ہؤا۔ مَیں نے ایک رات ایک طالب علم سے پوچھا۔ "آپ مسیح کو قبول کیوں نہیں کرتے؟" کہا "مَیں اس بات کی ضرورت ہی نہیں دیکھتا کہ مسیح میرے لیئے مرے۔ کیا خُدا مجھے اور کسی طرح بچا نہیں سکتا تھا؟" اس پر مَیں نے اپنی بائبل کھولی اور اُسے رومی ۹: ۲۰ آیت پڑھ کر سنائی۔ اور اُس سے وہ سوال جو اُس میں پایا جاتا ہے کیا۔ "یعنی یہ تو کون ہے جو خُدا سے تکرار کرتا ہے" اور پھر اُس سے کہا "کیا آپ اس بات کو سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ خُدا پر الزام لگا رہے ہیں"؟ اب اس نوجوان نے بہت گھبرا کر کہا "مَیں اُس پر الزام نہیں لگانا چاہتا"۔ مَیں نے کہا۔ "تم خواہ چاہو یا نہ چاہو مگر لگا رہے ہو"۔ کہا "اگر اس کو الزام لگانا کہتے ہیں تو مَیں ان الفاظ کو واپس لئے لیتا ہوں"۔ ایسے لوگوں سے گفتگو کرنے یا پیش آنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ جو مقامات اس باب میں دیئے گئے ہیں جس میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو مذہب سے بے پرواہ رہتے ہیں وہ لے کر اُن کے وسیلے سے اس قسم کے لوگوں پر یہ بات ظاہر کی جائے کہ وہ کھوئے ہوئے گنہگار ہیں۔ جب وہ شخص جس سے آپ بات کر رہے ہیں یہ دیکھ لیگا کہ مَیں گنہگار ہوں تو وہ وہیں یہ بھی دیکھ لیگا کہ جو طریقہ خُدا نے نجات کا تجویز کیا ہے وہی سچا طریقہ ہے۔

۴۔ وہ لوگ جو مسیحیوں کی شکایت کرتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ دیکھنے

ہیں آتا ہے کہ جب ہم لوگوں کو یہ ترغیب دیتے ہیں کہ وہ یسُوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کریں تو وہ یہ جواب دیتے ہیں "کلیسیا میں بہت سے ریاکار لوگ پائے جاتے ہیں۔" رومی ۱۴: ۱۔ ۱۲ خصوصاً آخری آیت ایسے لوگوں کے درمیان کام کرنے کے لئے نہایت عمدہ ہے۔

رومی ۲: ۱۔ اور متی ۷: ۱۔ ۵ بھی عمدہ مقامات ہیں۔ اور یوحنا ۲۱: ۲۱۔ ۲۲ بھی اچھا مقام ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معترض فقط اس بات کا ذمہ دار ہے کہ مسیح کے ساتھ اپنے رشتہ کو قائم رکھے۔ دوسروں کے معاملات سے اس امر میں اُسے کچھ واسطہ نہیں۔ بعض وقت شاید لوگ اس بات کی شکایت کریں گے کہ مسیحیوں نے اُن کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ ایسی حالت میں اس آدمی کی توجہ جس کے ساتھ آپ بات چیت کر رہے ہیں۔ اُس سلوک سے جو مسیحیوں نے اس کے ساتھ کیا ہے ہٹا کر اُس سلوک کی طرف پھیریں۔ جو خدا نے اُس کے ساتھ کیا ہے۔ اس غرض کو انجام دینے کے لئے یرمیاہ ۲: ۵ یسعیاہ ۵۳: ۵ رومی ۵: ۶۔ ۸ استعمال کریں۔ پھر اُس سے یہ کہیں "کیا مسیحیوں کی بدسلوکی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ خدا باپ سے جس نے آپ کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا بدسلوکی کریں۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ مَیں نے ایک مست آدمی کی طرف مخاطب ہو کر اُس سے پوچھا۔ "کیا آپ مسیحی ہیں؟" اُس نے کہا نہیں اور اس پر یہ بھی اضافہ کیا کہ مَیں مسیحی تھا۔ مگر اب مسیحی مذہب کو چھوڑ بیٹھا ہوں۔ مَیں نے پوچھا آپ نے کیوں مسیحی مذہب کو چھوڑ دیا؟ اُس نے جواب دیا۔ "اس واسطے کہ مسیحیوں نے میرے ساتھ بہت بدسلوکی کی۔" مَیں نے اپنی بائبل کھولی اور یرمیا کے دوسرے باب کی پانچویں آیت اُسے پڑھ کر سُنائی۔ "تمہارے باپ دادوں نے مجھ میں کونسی

ناانصافی پائی جو وہ مجھ سے دُور ہو گئے۔ اور بُطلان کے پیرو ہوئے اور آپ باطل ہو گئے؟" یہ آیت پڑھ کر میں نے اُس سے کہا "آپ نے خُدا میں کیا ناانصافی پائی"؟ کیا خُدا نے آپ کے ساتھ کوئی بُرا سلوک کیا ہے؟ اُس آدمی نے رفتہ رفتہ اس بات کو مان لیا کہ خُدا نے میرے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا اب میں نے اُس کو اس بات سے ادھر اُدھر ہلنے نہ دیا۔ یعنی میں نے اُسے آدمیوں کے سلوک کی طرف مُڑنے نہ دیا۔ بلکہ اسی بات کی طرف اُس کی توجہ کھینچی رکھی۔ کہ خُدا نے اُس کے ساتھ کیا اچھا سلوک کیا ہے۔ اور اُس نے اُس کے ساتھ کیسا بُرا سلوک کیا ہے۔ متی ۱۸: ۲۳-۳۵۔ افسی ۴: ۳۰-۳۲ متی ۶: ۱۴-۱۵۔ ایسے مقام ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہے۔ کہ ہم لوگوں کو اُن کے قصور معاف کریں ٭

دسواں باب

اُن لوگوں کے درمیان کام کرنے کا طریقہ جو مسیحی مذہب کے قبول کرنیکے فیصلہ کو جلد طے نہیں کرتے بلکہ کسی اَور وقت کے لئے چھوڑ دیتے ہیں

۱۔ جو لوگ اس فیصلہ کو جلد طے نہیں کرتے اُن کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی جماعت جو ہے اُس میں وہ لوگ شامل ہیں جو اکثر ایسی ایسی باتیں کہا کرتے ہیں "میں ابھی کچھ عرصہ تک اَور ٹھیرونگا"، یا "اُس وقت نہیں"۔ یا "ہاں مَیں اس بات کی نسبت سوچونگا" یا "مَیں پھر کسی وقت حاضر ہونگا"۔ ایسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت یسعیا ۵۵: ۶ اِستعمال کرو۔ جب متلاشی اس مقام کو پڑھ چکے تو اُس سے پوچھو "آپ کب خُداوند کی تلاش کرینگے"؟ اور جب وہ یہ جواب دے کہ "جب وہ مل سکتا ہے"، تو اُس سے پوچھو کہ وہ وقت کب آئیگا؟ اور از اں بعد فیصلہ کی سرعت کی ضرورت کو اُس کے دل پر نقش کردو۔ پھر یہ بھی پوچھو "کیا آپ کو یقین ہے کہ اگر آپ اُسے آج نہیں ڈھونڈھیں گے تو کل ضرور اُسے پائیں گے۔ یا آپ امثال

۲۹: ۱ آیت استعمال کریں۔ جب آپ کا متلاشی اس مقام کو پڑھ چکے تو آپ اُس سے پوچھیں کہ جو شخص "باوجود بار بار تنبیہ پانے کے سخت گردنی کرتا ہے" اُس کا کیا حال ہوگا؟ اور جب وہ جواب دے کہ "وہ برباد کیا جائیگا" تو اُس سے یہ سوال کرو کہ وہ کس طرح برباد کیا جائیگا؟ اور جب وہ کہے "ناگہاں" تو اُس سے پوچھو کیا "آپ اس خطرے میں گرفتار ہونا پسند کرتے ہیں"؟ آپ متی ۲۵: ۱۰-۱۲ کو بھی استعمال کر کے اُس سے پوچھ سکتے ہیں "وہ کون شخص تھے جو شادی کی ضیافت میں شامل ہوئے"؟ جب وہ یہ جواب دے "وہ جو تیار تھے" تو اُس سے پوچھو "کیا آپ تیار ہیں"؟ پھر اُس سے یہ سوال کرو۔ کہ جب وہ جو تیار تھے ضیافت گاہ میں داخل ہو گئے تو کیا واقع ہوا؟ اور پھر اُس سے یہ بھی دریافت کرو کہ وہ جو تیار نہ تھے وہ کہاں تھے؟ اور پھر سنجیدگی کے ساتھ اُس سے کہو کہ کیا آپ باہر والوں میں شامل ہونا پسند کرتے ہیں"؟ یا آپ لوقا ۱۲: ۱۹ و ۲۰ کو کام میں لائیں۔ اور اُس آدمی سے پوچھیں کہ جس شخص کا ذکر اس مقام میں پایا جاتا ہے اُس نے کتنے عرصہ کے لئے اسباب معاش بہم پہنچایا تھا؟ پھر اُس سے یہ بھی پوچھو "اگر خدا آپ کو آج رات اپنے پاس بُلالے تو کیا آپ اُس کے پاس جانے کو تیار ہیں"؟ متی ۲۴: ۴۴ کو خاص کر اُن لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہئے جو یہ کہتے ہیں "مَیں ابھی تیار نہیں ہُوں"۔ اسلاطین ۱۸: ۲۱ کو بھی پُر تاثیر صورت میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اس آیت کو عمدہ صورت میں استعمال کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اُس آدمی سے پوچھا جائے کہ آیا وہ اس بات کیلئے تیار ہے۔ کہ ایک سال کے لئے ٹھہرا رہے۔ اور اس عرصہ میں خواہ کچھ ہی ہو۔ مسیح کو کبھی قبول نہ کرے۔ اور جب وہ یہ کہے کہ نہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ مَیں ایک سال کے اندر ہی اندر مر جاؤں۔ تو اُس سے

پوچھو کہ "پھر کیا آپ ایک مہینہ کے لئے ٹھہر ینگے"؟ اسی طرح وقت کے عرصہ کو گھٹاتے گھٹاتے ایک ہفتہ تک اور پھر ایک ہفتہ سے ایک دن تک لے آؤ اور پھر اُس سے پوچھو "کیا آپ چاہتے ہیں کہ خُدا اور رُوح القدس اور تمام مسیحی آپ کو ایک دن کے لئے چھوڑ دیں اور اس عرصہ کے اندر آپ کسی صورت سے بھی مسیح کو قبول نہ کریں"؟ قریباً ہر سوچنے اور غور کرنے والا آدمی یہ جواب دیگا کہ مَیں ایک دن کے لئے بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس موقعہ پر اُس سے کہو کہ اگر آپ کا یہ خیال ہے تو بہتر ہے کہ آپ مسیح کو یکدم قبول کریں ڈاکٹر چامر صاحب وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اس طریق کو سب سے پہلے استعمال کیا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک بہت اسے استعمال کرتے آئے ہیں۔ اور اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ امثال ۲۷:۱۔ یعقوب ۴: ۱۳ و ۱۴۔ ایوب ۳۶ : ۱۸۔ لوقا ۱۳: ۲۴ و ۲۸ و ۱۲: ۱۹ و ۲۰۔ یوحنا ۸: ۲۱ و ۱۲: ۳۵ و ۷: ۳۳ - ۳۴ وغیرہ آیات بھی اس قماش کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت کام میں لائی جا سکتی ہیں۔

۲ - پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں "مَیں خُدا کے وقت کا منتظر ہوں"۔ اگر کوئی شخص آپ کے پاس آکر یہ کہے تو اُس کو یہ جواب دیں۔ "اگر مَیں آپ کو یہ دکھادوں کہ خدا کا وقت کونسا ہے تو کیا آپ اُس وقت سے اُسے قبول کرینگے"؟ پھر اُسے ۲ قرنتی ۶: ۲ و عبرانی ۳: ۱۵ پڑھ کر سناؤ۔

۳ - پھر وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہا کرتے ہیں "مَیں ابھی بہت چھوٹا ہوں" یا یہ کہتے ہیں "جب تک مَیں ذرا بڑا نہ ہو جاؤں تب تک مَیں مسیحی نہ ہُونگا۔" واعظ ۱۲: ۱ میں ان باتوں کا ایک پکّا جواب پایا جاتا ہے۔ متی ۱۹: ۱۴ اور ۱۷: ۳ بھی اچھے مقامات ہیں۔ کیونکہ اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے پاس آنے کا

سب سے عمدہ وقت جوانی ہے۔ اور سب کو پیشتر اس کے کہ وہ آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوں بچے بننا چاہئیے۔ خواہ وہ عمر میں کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں۔ اُن لوگوں میں جو فیصلہ کو لیت و لعل میں ڈالنا چاہتے ہیں کام کرنے کا یہ بھی اچھا طریقہ ہے۔ کہ اُن مقامات کا استعمال روا رکھا جائے جو بے پرواؤں کے ضمن میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ گفتگو برابر جاری رکھنی چاہئیے۔ جب تک کہ وہ اس بات کو نہ مان لیں۔ کہ ہمیں مسیح کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم اُس کے قبول کرنے میں تاخیر نہیں کر سکتے۔

جن لوگوں کا ذکر دفعہ اوّل کے ذیل میں ہوا ہے۔ اُن کے درمیان کام کرنے کا یہ کارگر طریقہ ہے کہ ایک ہی کلام کا مقام لے لیا جائے اور بار بار وہی اُن کے سامنے رکھا جائے۔ ایک رات مَیں ایک شخص سے بات چیت کر رہا تھا جو مذہب کے معاملہ میں بہت ہی دلچسپی لیتا تھا۔ مگر وہ یہی کہے جاتا تھا "مَیں آج رات فیصلہ نہیں کر سکتا" مَیں نے اُس کو امثال ۲۹: ۱ پڑھ کر سنائی۔ جو جواب وہ دیتا تھا مَیں اُسے سُن کر پھر اسی آیت کو پڑھ دیتا تھا مجھے یقین ہے کہ مَیں نے اس آیت کو بے شمار دفعہ پڑھا ہوگا۔ مگر اس کا یہ نتیجہ ہؤا کہ اُس شخص نے نہ صرف اس بات کو محسوس کیا کہ مجھے مسیح کی ضرورت ہے بلکہ اس بات کو بھی پہچان لیا کہ تاخیر کرنے میں خطرہ ہے لہٰذا مجھے جلد فیصلہ کرنا چاہئیے۔ وہ اس آیت سے بہت پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ مگر مَیں نے اُس کے خیال کو اس پر لگائے رکھا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ یہ مقام اُس کے دل پر نقش ہو گیا۔ اور خدا کی عجیب پروردگاری کے کام نے اُس کی تائید کی۔ کیونکہ اُسی رات اُس پر کسی نے سخت حملہ کیا اور اُسے بہت چوٹ لگی۔ دوسری شام کو وہ پھر میٹنگ میں آیا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اُس نے اُس شام

کو مسیح خداوند کی پیروی اختیار کی۔ وہ سرکوبی جو اُس نے اپنے حملہ آور سے پائی۔ غالباً کچھ بھی نہ کرتی اگر یہ آیت کوٹ کوٹ کر اُس کے دل میں نہ بھری جاتی ۔

گیارھواں باب

اُن لوگوں کے درمیان کام کرنے کا طریقہ جو خودسر یا خود رائے اور فریب خوردہ ہوتے ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جو خودسر یا خود رائے ہیں۔

اس قسم کے لوگوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً اول وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں "میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے ساتھ اس امر پر ایک بات بھی کریں"۔ ایسی حالت میں عموماً یہ بہتر ہوتا ہے کہ کوئی دل کو چیرنے والا مقام بائبل سے نکال کر سُنا دیا جائے۔ اور پھر وہ شخص اُس پر غور کرنے کے لئے اکیلا چھوڑا جائے۔ رومی ۶: ۲۳ عبرانی ۱۰: ۲۸و ۲۹ عبرانی ۱۲: ۲۵۔ مرقس ۱۶: ۱۶۔ امثال ۲۹: ۱۔ اور امثال ۱: ۲۴-۳۳ ایسے مقامات ہیں جو اس

مقصد کے لئے بہت اچھے ہیں۔

پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں "میں کبھی معاف نہیں کر سکتا"۔ ایسے لوگوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ اگر وہ معاف نہ کرینگے تو ہلاک ہوں گے متی ۶: ۱۵۔ متی ۱۸: ۲۳-۳۵ عمدہ مقام ہیں۔ فلپی ۴: ۱۳ اور حزقیل ۳۶: ۲۶ سے اُن پر وہ طریقہ ظاہر کیا جا سکتا ہے جس کے مطابق وہ معاف کریں۔ واضح ہو کہ یہ لوگ مسیح سے بہ سبب نہ معاف کرنے والی طبعیت کے دُور رہتے ہیں۔ بعض اوقات یہ مشکل اس طرح سے بھی دُور کی جا سکتی ہے۔ کہ اُن کے ساتھ گھٹنوں پر گر کر یہ دُعا کی جائے۔ کہ "اے خُدا اس بھائی کے دل میں سے نہ معاف کرنے والی طبعیت نکال دے"۔ مَیں ایک دفعہ ایک عورت سے بہت مدت تک دلیلوں کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہُوا۔ وہ دل سے مسیح کی قائل تھی۔ مگر اُس کے پاس آنے سے رُکی ہوئی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے دل میں اُس شخص کی طرف سے نفرت بھری تھی۔ جسے وہ اپنا نقصان پہنچانے والا سمجھتی تھی۔ وہ یہی کہے جاتی تھی۔ مَیں اُسے معاف نہیں کر سکتی۔ آخر مَیں نے اُس سے دُعا میں شریک ہونے کی درخواست کی۔ اس بات کو اُس نے منظور کیا۔ اور جوں ہی ہم نے سجدے میں اپنے سر جھکائے توں ہی اُس نے زار زار رونا شروع کر دیا۔ اُسی دم تمام مشکلات کافور ہو گئیں اور اُس نے مسیح کو قبول کیا۔

پھر اس قسم کے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں "مَیں تو دُنیا کو بہت پیار کرتا ہُوں"۔ مرقس ۸: ۳۶۔ ایک ایسی آیت ہے جو اس قسم کے لوگوں کے ساتھ بات کرتے وقت استعمال کی جا سکتی ہے۔ لوقا ۱۴: ۳۳ سے ظاہر ہو جائیگا کہ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ دُنیا ترک کی جائے لوقا ۱۲: ۱۶-۲۰

۱۔یوحنا ۲: ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ سے یہ ہویدا ہو جائیگا کہ دُنیا کو پکڑے رکھنا پرلے درجہ کی بیوقوفی ہے۔ زبور ۸۴: ۱۱ رومی ۸: ۳۲ سے یہ آشکارا ہو جائیگا کہ خدا اُن سے کوئی اچھی شے دریغ نہیں کریگا۔

پھر وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں "جو خرابی مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ مَیں اُس کا اقرار نہیں کرسکتا" امثال ۲۸: ۱۳ سے معلوم ہوگا کہ اگر وہ بدی جو سرزد ہوئی ہے نہ مانی جائے۔ تو سخت بدبختی اور تاسّف لاحق ہونگے۔

پھر بعض ہیں جو شاید یہ کہینگے "میں سب کے سامنے اقرار نہیں کرونگا" رومی ۱۰: ۱۰۔ اور متی ۱۰: ۳۲ و ۳۳ سے عیاں ہے کہ خدا اس سے کچھ کم قبول نہیں کریگا۔ مرقس ۸: ۳۸۔ یوحنا ۱۲: ۴۲ و ۴۳۔ امثال ۲۹: ۲۵ سے وہ خطرہ معلوم ہو جائیگا۔ جو ظاہری اقرار کے انکار سے منتج ہوتا ہے۔

پھر ایک اَور قسم کے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں "میں اپنی مرضی کے مطابق عمل کرونگا۔" یسعیاہ ۵۵: ۸۔۹ سے روشن ہے کہ خدا کا راستہ کیسا اور کس قدر انسان کی راہ سے بہتر ہے۔ اور امثال ۱۴: ۱۲ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر ہم اپنی راہ پر چلیں تو کیا نتیجے برآمد ہونگے۔

آخری قسم کے وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ "نہ میں مسیح کو قبول کرتا ہُوں اور نہ اُسے رد کرتا ہُوں" متی ۱۲: ۳۰ سے ظاہر ہو جائیگا کہ اُنہیں ان دونوں باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرنا ہوگا۔ اس آیت نے اس قسم کے بہت لوگوں کو قائل کردیا ہے۔

۲۔ وہ لوگ جو فریب خوردہ ہیں۔

(الف)، اس عنوان کے نیچے رومن کاتھولک لوگ آتے ہیں۔ کسی رومن کاتھولک کے ساتھ بات چیت کرتے وقت یہ بہتر ہوگا کہ اُسے

نئی پیدائش کی ضرورت دکھائی جائے۔ اور یہ بھی اُس پر روشن کیا جائے کہ نئی پیدائش کیا ہے۔ یوحنا ۳: ۳ و ۵ و ۷ سے نئی پیدائش کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بات کہ وہ کیا ہے حزقیل ۳۶: ۲۵-۲۷ و ۲ قرنتی ۵: ۱۷ و ۲ پطرس ۱: ۴ سے ظاہر ہے۔ بہت سے رومن کاتھلک نئی پیدائش کو بپتسمہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بات اُن کو بڑی آسانی سے دکھائی جا سکتی ہے کہ جو کلمات استعمال کئے گئے ہیں وہ اچھی طرح بپتسمہ پر عاید نہیں ہوتے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ پولوس ۱ قرنتی ۴: ۱۵ میں قرنتی مسیحیوں کو لکھ کر بتاتا ہے کہ وہ انجیل کے وسیلے مسیح یسوع میں اُن کا باپ ہے۔ یعنی وہ انجیل کے وسیلے از سرِ نو پیدا ہوئے ہیں۔ پر اگر نئی پیدائش سے مراد بپتسمہ ہے تو ثابت ہے کہ اُس نے اُن کو بپتسمہ دیا ہوگا۔ مگر ۱ قرنتی ۱: ۱۴ میں وہ صاف لکھتا ہے کہ میں نے تم سے کسی کو بپتسمہ نہیں دیا۔ اعمال ۸: ۱۳ و ۲۱ و ۲۳ سے ظاہر ہے کہ آدمی بپتسمہ پا سکتا ہے۔ مگر پھر بھی ممکن ہے کہ اُس کا دل خدا کی نظر میں سیدھا نہ ہو۔ اور اس لئے اس بات میں اُس کا کچھ حصہ اور بخرہ نہ ہو۔ پھر بہتر ہوگا۔ کہ ایک قدم آگے بڑھایا جائے۔ اور متلاشی پر یہ ظاہر کیا جائے کہ نئی پیدائش کے نشانات کیا ہیں۔ ۱ یوحنا ۲: ۲۹ و ۳: ۹ و ۱۴ و ۴: ۷ و ۵: ۱ و ۴ سے وہ نشانات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جن کا تذکرہ بائبل میں پایا جاتا ہے۔ دوسرا سوال جو برپا ہوگا یہ ہے کہ "نئی پیدائش کس طرح حاصل ہو؟" اس کا جواب یوحنا ۱: ۱۲ و ۱ پطرس ۱: ۲۳ و یعقوب ۱: ۱۸ میں ملتا ہے۔ اعمال ۳: ۱۹ بھی رومن کاتھلک کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک عمدہ آیت ہے کیونکہ اس سے توبہ کرنے اور پھرنے کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ توبہ کیا ہے۔ تو اس کا جواب یسعیاہ ۵۵: ۷۔ اور یونا ۳: ۱۰ میں ملیگا

ایک اور طریقہ رومن کا تھولک لوگوں کے ساتھ مل کر بات چیت کرنے کا یہ ہے کہ ان پر یہ بات آشکارا کی جائے کہ ایماندار کا یہ حق ہے کہ وہ جانے کہ ہمیشہ کی زندگی مجھ کو مل گئی ہے ۔ رومن کا تھولک ہمیشہ نجات کے یقین میں قاصر ہوتے ہیں ۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اُن کے گناہ معاف ہو گئے ہیں ۔ وہ صرف یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ کسی دن معاف کئے جائینگے ۔ اگر آپ اُن کو یہ دکھادیں کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کو معافی مل گئی ہے اور ہمیشہ کی زندگی پا چکے ہیں تو ممکن ہے کہ اُن کے دل میں بھی اسی قسم کا یقین حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو جائے ۔ ا یوحنا ۵ : ۱۳ سے ظاہر ہے کہ یہ ایمان دار کا حق ہے کہ اپنی نجات کا علم رکھے ۔ اعمال ۱۳ : ۳۸ و ۳۹ اور ۱۰ : ۴۳ و یوحنا ۳ : ۳۶ وغیرہ مقامات اس کام آئینگے کہ انہیں یقین دلائیں ۔ ایک اور طریقہ اُن کے بیچ کام کرنے کا ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ انہیں کلام کی تلاوت کے فوائد سے آگاہ کریں گو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ طریقہ اُس وقت تک شروع نہیں کرنا چاہئے جب تک کہ پہلے اُن کے درمیان اور کسی طرح کا کام شروع نہ کر لیا جائے ۔ اس کام کے لئے اچھی آیات یہ ہیں ۔ یوحنا ۵ : ۳۹ ۔ ا پطرس ۲ : ۱ و ۲ ۔ ۲ تمطاؤس ۳ : ۱۳ - ۱۷ ۔ یعقوب ۱ : ۲۱ و ۲۲ ۔ زبور ۱ : ۱ اور ۲ ۔ یشوع ۱ : ۸ مرقس ۷ : ۷ و ۸ و ۱۳ ۔ متی ۲۲ : ۲۹ ۔

رومن کا تھولکوں کو مسیح کے پاس لانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اُن کے ساتھ اُسی طرح کام کیا جائے جیسا کہ نا تائب گنہگاروں کے ساتھ بات چیت کرتے وقت اختیار کیا جاتا ہے ۔ یعنی اُن کے درمیان یہ احساس پیدا کیا جائے کہ وہ گنہگار ہیں اور اُنہیں یسوع کی ضرورت ہے ۔ اس مقصد کی انجام دہی کے لئے متی ۲۲ : ۳۷ و ۳۸ گلاتی ۳ : ۱۰ و ۱۳ یسعیا

۵۳ : ۶ مفید آیات ہیں۔

بہت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رومن کاتھولک لوگوں کے ساتھ بات چیت ہی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ وہ کبھی مسیح کے پاس نہیں آئینگے یہ بڑی غلطی ہے۔ بہت ان میں سے اُس برکت کے لئے ترستے ہیں۔ جو اُن کو رومن کاتھولک کلیسیا میں نہیں ملتی اور اگر آپ اُن کو خُدا کے کلام میں سے دکھا دیں کہ کس طرح اُس برکت کو ڈھونڈھنا چاہئے۔ تو وہ باسانی چلے آئینگے اور بڑے سرگرم مسیحی نکلینگے۔ رومن کاتھولک کلیسیا پر حملہ نہ کرو۔ آپ اُنہیں فقط صداقتوں سے آگاہ کردیں۔ اور غلطیاں اپنے آپ ہی اُٹھ جائینگی اکثر اوقات ہمارے حملات ہماری جہالت کو فاش کرتے ہیں۔ پر ایک بات ہے جس میں ہم ہمیشہ رومن کاتھولک پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جہاں تک ہم مسیحی مذہب کو جانتے ہیں ہمارے نزدیک اُس میں قدرت اور سلامتی پائی جاتی ہے۔ مگر جس مسیحیت سے وہ واقف ہیں اُس میں یہ صفتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ اور رومن کاتھولک اس فرق سے واقف ہیں۔ اور اچھی طرح اسے محسوس بھی کرتے ہیں۔

(ب) یہودی

یہودی کے ساتھ گفتگو کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اُسے کہیں۔ کہ آپ کی بائبل ہی مسیح پر دلالت کرتی ہے۔ عمدہ مقامات جو استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ وہ یسعیا ۵۳ دانیل ۹: ۲۶ ذکریا ۱۲: ۱۰ ہیں۔ نئے عہد نامہ میں بھی عمدہ مقامات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً عبرانیوں کا سارا خط خصوصاً نواں اور دسواں باب اور ساتویں باب کی ۲۵۔ اور ۲۸ آیات اور متی کی ساری انجیل۔ بہت سے یہودی آج کل یسوع ناصری کے دعاوی کا

امتحان کر رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ اس امر پر بآسانی گفتگو کی جا سکتی ہے یہودی کے مسیحی ہونے کی راہ میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ جب وہ مسیحی ہو جاتا ہے تو لوگ اُسے بہت ہی ستاتے ہیں۔ اس مشکل کا جواب اُن مقامات کے وسیلے دیا جا سکتا ہے۔ جو اوپر کسی جگہ رقم کئے جا چکے ہیں اور ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں۔ "وہ جو ایذاؤں سے ڈرتا ہے"۔

(ج) وہ لوگ جو سپرچولسٹ کہلاتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ آیات اچھی ہیں

احبار ۱۹: ۳۱ و ۲۰: ۶۔ استثنا ۱۸: ۱۰-۱۲-۲ سلاطین ۲۱: ۱ و ۲ و ۶۔ اتواریخ ۱۰: ۱۳ یسعیاہ ۸: ۱۹ و ۲۰۔ ایوحنا ۴: ۱-۳-۲ تسلنیکی ۲: ۹-۱۲۔

سب لوگوں کے ساتھ جو فریب خوردہ ہیں بات چیت کرتے وقت مناسب ہے کہ گفتگو کا سلسلہ یوحنا ۷: ۱۷ سے شروع کیا جائے۔ اور انہیں ایسی جگہ پر لا کے کھڑا کیا جائے جہاں وہ اپنی یہ خواہش ظاہر کریں کہ ہم سچائی سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ ہم کسی شخص کو اُس کی فریب خوردگی کی حالت سے نکالنے کی امید نہیں کر سکتے تا وقتیکہ وہ سچائی کے جاننے کی خواہش ظاہر نہ کرے +

بارھواں باب

چند اشارے اور صلاحیں

اب ہم چند اشارے یا ہدائتیں رقم کرینگے جو کارندے کے لئے بہت مفید ہوں گی۔

۱۔ جہاں تک ممکن ہو اس قاعدے کے پابند رہنا چاہیئے کہ مرد مردوں کے اور عورتیں عورتوں کے درمیان کام کریں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی مدنظر رہے کہ اگر اپنے ہم عمروں کے درمیان کام کیا جائے تو یہ بہت اچھا ہے۔ البتہ ان قواعد کے غلام نہیں بننا چاہیئے۔ بلکہ ہمیں رُوح کی ہدایت کے جویاں ہونا چاہیئے کہ وہ ہماری رہنمائی کرے۔ کہ ہم کس کے پاس جائیں اور ممکن ہے کہ وہ مرد کو کسی عورت سے ہم کلام ہونے کی ہدایت کرے۔ یا کسی عورت کو مرد کے ساتھ گفتگو کرنے کی تحریک دے۔ پر اگر اس امر میں پوری پوری روشنی نہ ملے تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تجربہ کار کارندے اس بات پر متفق ہیں کہ مرد مردوں کے درمیان اور عورتیں عورتوں کے درمیان زیادہ عمدہ اور تسلی بخش صورت میں کام کر سکتی ہیں۔ یہ قاعدہ علی الخصوص نوجوانوں پر صادق آتا ہے۔ اور جب اس کے برعکس کیا جاتا ہے تو عموماً نہایت پیچیدہ نتائج برپا ہوتے ہیں۔ بیشک یہ عین زیبا ہے کہ کوئی عمر رسیدہ عورت کسی نوجوان مرد یا لڑکے سے مذہبی گفتگو کرے یا کوئی عمر رسیدہ مرد کسی نوجوان عورت

یا لڑکی سے اس معاملہ میں بات چیت کرے لیکن یہ اچھا نہیں لگتا۔ کہ ایک کم سن اور ناتجربہ کار نوجوان یا لڑکے اُن لوگوں کو سمجھانے لگیں جو اُن سے عمر میں بہت بڑے اور تجربہ کاری اور دانائی میں بہت بڑھ کر ہیں۔

۲۔ جب کبھی ممکن ہو اُس شخص کو جس کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے ہو خلوت میں لے جاؤ کوئی شخص اس پاک اور اعلیٰ مضمون پر غیروں کی موجودگی میں اپنے ذاتی خیالات کسی کے سامنے کھُلے دل کے ساتھ بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو غیروں کے روبرو محض غرور کے سبب سے اپنے غلط عقیدہ یا خیال کی تائید کرتے جاتے ہیں۔ پر اگر وہ تنہا ہوتے تو فوراً اپنی غلطی یا گناہ یا ضرورت کا اقرار کر لیتے۔ بجائے اس کے کہ بہت سے کارندے ایک شخص سے گفتگو کریں یا ایک کارندہ بہت سے اشخاص کے ساتھ گفتگو کرے۔ یہ بہتر ہے کہ ایک ہی شخص ایک ہی شخص کے ساتھ جو مسیح کو نہیں مانتا گفتگو کرے۔ اگر آپ کو بہت سے لوگوں کے درمیان کام کرنا ہو تو آپ ایک ایک کے ساتھ باری باری گفتگو کریں۔ یہ کارندوں کا تجربہ ہے۔ کہ جب وہ بہت سے لوگوں کے ساتھ یکبارگی گفتگو کرتے ہوئے کامیاب نہ ہوئے تو اُنہوں نے ایک ایک کو علیحدہ لے جا کر گفتگو شروع کی اور اس میں کامیاب ہوئے۔ یعنی ایک ایک کو مسیح کے پاس لائے۔

۳۔ آپ کا سارا بھروسہ رُوح القدس اور خُدا کے کلام پر ہو۔

۴۔ کلام کی آیات پڑھ کر سنانے یا اقتباس کرنے ہی پر اکتفا نہ کرو بلکہ اُس شخص سے بھی وہ آیات پڑھواؤ۔ تاکہ صداقت نہ صرف کان کے وسیلے سے بلکہ آنکھ کے ذریعے سے بھی دل میں داخل ہو۔

۵۔ بارہا یہ بہتر ہوتا ہے کہ کلام کا ایک ہی مقام یا ایک ہی آیت

پیش کی جائے۔ اور اُس پر زور دیا جائے تاکہ وہ دل تک پہنچ جائے۔ ہاں اُس آیت کو ایسا نقش کر دو۔ کہ جب آپ بولنا بند کر دیں تو اُس کے بعد بھی بہت مدت تک وہ الفاظ اُس آدمی کے حافظے میں گونجتے رہیں۔ ڈاکٹر اکوباد سپنسر ایک دفعہ ایک نوجوان کے ساتھ جو بہت سی مشکلات سے گھرا ہؤا تھا گفتگو کر رہے تھے۔ مگر اُنہوں نے اس گفتگو میں صرف ایک ہی آیت اُس نوجوان کو بار بار سنائی۔

وہ نوجوان ہر چند کوشش کرتا تھا کہ ڈاکٹر سپنسر کے منہ سے کوئی اور بات نکلوائے مگر ڈاکٹر صاحب وہی ایک آیت بار بار اپنی زبان سے نکالے جاتے تھے۔ دوسرے دن وہ نوجوان پھر آیا۔ مگر اس دفعہ مسیح میں لشاش تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب شکریہ ادا کرنے لگے کہ اُنہوں نے اس آیت کو اُس کے دل پر نقش کر دیا۔ ساری رات اُس آیت کے الفاظ اُس کے کانوں میں گونجتے رہے۔ اور جب تک اُس نے مسیح کو قبول نہ کیا۔ تب تک اُس آیت نے اُسے آرام نہ لینے دیا۔ اگر کوئی شخص خدا کے کلام کی کسی خاص آیت کو بیان کر کے یہ کہے کہ "میں اس آیت پر تکیہ کرتے ہوئے کہہ سکتا ہُوں کہ میرے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اور خدا کا فرزند ہُوں"۔ تو یہ اچھی بات ہے۔ تاہم بعض بعض وقت یہ بھی اچھا ہوتا ہے کہ کسی خاص مضمون پر بہت سے مقامات پیش کئے جائیں۔ تاکہ بہت سے مقامات کے غلبہ سے عقل قائل اور دل مغلوب ہو جائے۔

۶۔ ہمیشہ اصل مدعا کو یاد رکھو اور وہ یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ بات چیت کر رہے ہو وہ یسُوع مسیح کو قبول کرے۔ اگر وہ شخص یہ چاہتا ہے کہ مختلف فرقوں کے دعووں اور حقوق کی نسبت آپ سے بحث کرے۔ یا

بپتسمہ کے متعلق یا آئندہ سزا کے بارے یا کسی اَور مسئلہ کی نسبت آپ سے
بحث کرنا چاہے تو اُسے کہو کہ یہ سب باتیں اپنے اپنے موقعہ پر ضروری ہیں مگر
ان سوالوں پر غور کرنے کا وقت اُس وقت آئیگا۔ جب آپ پہلے مسیح کو قبول یا
رد کرنے کے ضروری سوال کا فیصلہ کر چکینگے۔ ناتجربہ کار کارندوں نے اکثر کئی
لوگوں کو ہاتھ سے کھو دیا۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ایسی غیر ضروری بحثوں میں
گرفتار ہو گئے جن کو غیر مسیحیوں کے ساتھ روا رکھنا کسی طرح مناسب نہ تھا۔

۷۔ تہذیب کو کام میں لاؤ۔ بہت سے نیک نیّت مگر کوتہ بین کارندے
اُن لوگوں کے دلوں کو جنہیں وہ مسیح کے پاس لانا چاہتے ہیں۔ اپنی بدتہذیبی اور
گستاخی کے سبب متنفّر کر دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ ہم ایک ہی وقت میں صاف
گوئی اور تہذیب سے کام لے سکتے ہیں۔ پس آپ لوگوں کو اُن کا گناہ اور اُن
کی ضرورت بغیر گستاخی کئے ظاہر کر سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ آپ کے الفاظ دل کو
چھیدنے والے ہوں۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا طریقہ اور اطوار نہایت ملائم
اور دل پسند ہوں۔ جس قدر ہمارا برتاؤ ملائم و مرغوب ہوگا اُسی قدر ہمارے
الفاظ زیادہ اثر کرینگے۔ کیونکہ اُس وقت ہمارے الفاظ سے اُن کی مخالفت
یا تعصّب برانگیختہ نہیں ہوگا جن سے ہم بات چیت کر رہے ہیں۔ بعض
سرگرم کارندے لوگوں کے ساتھ ایسے طور پر پیش آتے ہیں کہ وہ فوراً اپنے
بچاؤ کی دلیلیں پیش کرنے لگ جاتے اور ایسے اسباب سے مسلح ہو جاتے ہیں
کہ اُن کو مغلوب کر کے مسیح کے پاس لانا مشکل ہو جاتا ہے۔

۸۔ بڑی سرگرمی سے کام لو۔ ہم یاد رکھیں کہ فقط سرگرم لوگ ہی
انہیں جو نجات کی نعمت سے محروم ہیں۔ خدا کے کلام کی سچائی سے مؤثر کر سکتے
ہیں۔ پس مناسب ہے کہ جن آیتوں کو ہم اوروں کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں

وہ پہلے ہمارے ہی دلوں کو مؤثر کریں۔ میں ایک بڑے کامیاب کارندے سے واقف ہوں۔ وہ ایک عورت تھی۔ بہت مدت تک وہ لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے کام میں ایک ہی آیت کو استعمال کیا کرتی تھی۔ اور وہ یہ تھی "اپنے خداوند کی ملاقات کی تیاری کر" لیکن ان لفظوں نے خود اس کے دل پر ایسا اثر کیا تھا کہ وہ انہیں نہایت تاثیر کے ساتھ استعمال کیا کرتی تھی۔ پس چند ایسے مقامات جنہوں نے ہم پر غلبہ پایا ہے بہ نسبت ان مقامات کے جو ہم نے اور کتابوں سے جمع کئے ہیں بہت بہتر ہیں۔

پس ہم اس کتاب کے پڑھنے والوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں۔ کہ وہ اُن مقامات پر جنہیں وہ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اپنے گھٹنوں پر گر کر غور کرتے رہیں۔ جب تک کہ خود اُن کی قدرت کو محسوس نہ کرنے لگیں۔ ہم پولوس کی نسبت پڑھتے ہیں کہ وہ "رات دن آنسو بہا بہا کر ہر ایک کو سمجھانے سے باز نہ آیا"۔ (اعمال ۲۰: ۳۱) آپ یاد رکھیں کہ جو لیاقت کسی ٹریننگ کلاس میں یا کسی ایسی کتاب کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے جیسی کہ یہ ہے وہ اتنا کام نہیں کرتی جتنا سچی سرگرمی کرتی ہے۔

۹۔ جب آپ کسی رُوح کو یسُوع مسیح کے پاس لانا چاہیں۔ تو کبھی مزاج کو تیز نہ ہونے دیں۔ بعض اشخاص جان بوجھ کر ہمیں تنگ کرتے ہیں۔ مگر اس قسم کے لوگ بھی برداشت۔ بُردباری اور ملائمت سے مغلوب ہو سکتے ہیں۔

آپ اگر اپنے مزاج کو کھو دینگے تو انہیں کسی طرح قابو میں نہیں لا سکینگے۔ جس قدر وہ اپنے الفاظ اور اپنی حرکات میں خفگی کا باعث ہونگے۔ اسی قدر زیادہ اُن کا دل مؤثر ہوگا۔ بشرطیکہ آپ اُن کی بدکلامی کے عوض میں

اُن کے ساتھ مہربانی اور برداشت سے سلوک کریں۔ بارہا یہ دیکھنے میں آئیگا۔ کہ وہی جس کی باتوں کی برداشت کرنا احاطۂ امکان سے باہر معلوم ہوتا تھا توبہ کرتا ہؤا لوٹ آیا۔ ایک مرتبہ مجھے ایک شخص ملا جو نہایت ہی گستاخ تھا۔ لیکن وہی بعد میں ایک نہایت بُردبار اور سرگرم اور تاثیر سے کلام کرنے والا کارندہ بن گیا۔

۱۰۔ کبھی اُس شخص کے ساتھ جسے آپ مسیح کے پاس لانا چاہتے ہیں بحث نہ کریں۔ بحث ہمیشہ جسم سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ رُوح سے اگلاتی ۵: ۲۰ و ۲۲ و ۲۳) اس کا مقصد ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص دلیل لانے میں آپ سے بڑھ نہ جائے۔ پس بحث کا منبع ہمیشہ تکبّر ہوتا ہے پس مناسب ہے کہ آپ بحث کرنے سے انکار کریں۔ اگر وہ شخص جس کے ساتھ آپ ہم کلام ہیں غلط خیالات میں مبتلا ہو تو یہ ضروری امر ہے کہ مسیح کے پاس آنے سے پیشتر وہ اُن سے رہا ہو مگر اس کام کی انجام دہی کے لئے چاہیئے کہ آپ خاموشی سے اور بڑی خوش کلامی سے اُس کی غلطی کو دُور کریں پر اگر اُس کی غلطی اس قسم کی ہو۔ کہ اُس کا تعلق کسی گہری بات کے ساتھ نہیں تو بحث کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور اُس شخص کی توجہ اصل بات کی طرف منعطف کرنی چاہیئے۔

۱۱۔ اگر کوئی اور شخص کسی کے ساتھ نجات کی بابت گفتگو کرتا ہو اور اُسے مسیح کے پاس لانے کی کوشش میں لگا ہؤا ہو تو اُس کے کام میں دخل نہ دو۔ شاید آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ وہ حکمت کے ساتھ کام نہیں کر رہا ہے۔ اور میں اُس سے اچھی طرح کر سکتا ہُوں۔ اگر ایسا خیال ہو تو بھی آپ صبر کریں۔ کیونکہ آپ کو موقعہ مل جائیگا۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے

کہ ایک ناتجربہ کار کارندہ گفتگو کرتے کرتے کسی شخص کو قریباً مسیح کے پاس لے آیا تھا۔ مگر دوسرے شخص کی مداخلت کے سبب سے اُس کا بنا بنایا ہوا کام بگڑ گیا۔ اور اسی طرح جب آپ کام کر رہے ہوں تو آپ اوروں کو دخل نہ دینے دیں۔ اگر آپ خلل انداز کو صاف طور پر مگر تہذیب کے ساتھ منع کر دیں تو وہ پھر دخل نہ دیگا۔

۱۲۔ جلدی نہ کرو۔ مسیحی خدمت کا سب سے بڑا نقص اس زمانہ میں جلدی ہے۔ ہم اس بات کے بہت خواہشمند ہیں کہ پھل بہت جلد پیدا ہو اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام ادھورا سا کیا جاتا ہے۔ یہ بات غور کے قابل ہے کہ جن لوگوں کے درمیان یا جن کے ساتھ مسیح نے کام کیا اُن میں سے بہت لوگ بڑی دیر کے بعد مسیح کے پاس آئے مثلاً نقودیمس۔ یوسف۔ پطرس اور پولوس کا یہی حال تھا۔ البتہ پولوس کی حالت میں آخری قدم جو مسیح نے اُٹھایا۔ وہ بہت ناگہاں سا معلوم ہوتا ہے۔ پر پولوس کو بھی مسیح کے شخصی طور پر دکھائی دینے کے بعد تین دن لگے۔ قبل اس کے کہ وہ روشنی میں آیا اور مسیح کے نام پر علانیہ گواہی دینے لگا (اعمال ۲۲: ۱۶) اگر ایک آدمی جس کے ساتھ ہم آہستہ آہستہ مگر اچھی طرح کام کرتے رہے ہیں۔ صاف صاف طور پر مسیح کو قبول کرے تو وہ اُس درجن سے بہتر ہے جن کو اچھی طرح تعلیم نہیں دی گئی۔ اور جو یہ سوچتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو پا لیا ہے۔ حالانکہ درحقیقت اُس سے دُور ہیں۔ اکثر یہ طریقہ اختیار کرنا اچھا ہوتا ہے۔ کہ آدمی کے دل میں صداقت کا بیج بو دیا جائے اور پھر اُسے خود بخود اُگنے کا موقعہ دیا جائے۔ بیج پتھریلی زمین میں بہت جلد اُگتا ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ جس قدر جلد اُگتا ہے اُسی قدر جلد سوکھ بھی جاتا ہے۔

۱۳- جب کبھی آپ موقعہ پائیں اور مناسب جانیں تو اُس شخص کو جس کے ساتھ آپ بات چیت کر رہے ہیں۔ خدا کے سامنے دعا میں لے جائیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دعا میں مشغول ہونے سے بہت سی مشکلات آپ ہی آپ کافور ہو جاتی ہیں۔ اور بڑے بڑے گردن کش آدمی بھی خدا کے حضور میں آ کر رام ہو جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں ایک دفعہ ایک کمرے میں بیٹھا۔ ایک عورت کے ساتھ نجات کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ مجھے اُس کے ساتھ گفتگو کرتے کرتے دو گھنٹے ہو گئے۔ مگر کوئی نتیجہ حسب خاطر نمودار نہ ہوا۔ آخر میں نے اُس سے کہا آؤ ہم دعا مانگیں۔ پانچ منٹ سے بھی کم لگے ہونگے کہ وہ اپنے نجات دہندے میں خوشی منانے لگ گئی۔

۱۴- اگر آپ کسی شخص کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد دیکھیں کہ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو گھر جا کر اُس کے لئے دعا مانگیں۔ اور اس بات کے دریافت کرنے میں لگے رہیں کہ آپ کی ناکامی کی وجہ کیا ہے۔ اگر آپ کو خدا کے کلام کی آیات کی ناواقفی کے سبب سے زک ہوئی ہے تو آپ اس کتاب کے اُس حصہ کا مطالعہ کریں جس میں اُن مختلف اقسام کے لوگوں کا ذکر آتا ہے۔ جن کے ساتھ ہمیں عموماً ملنا پڑتا ہے۔ اور نیز یہ دریافت کرو کہ اُس کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے۔ اور کہ وہ کس قسم کے لوگوں کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے۔ اور مجھے اُس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ یہ کر کے آپ پھر اُس کے پاس جائیں اور پھر اُس کے ساتھ گفتگو کرنے کی کوشش کریں۔ بہر حال آپ دوسری مرتبہ پہلی دفعہ کی نسبت زیادہ تیار ہونگے۔ اس کام میں سب سے بڑی کامیابی اکثر بہت سی شکستوں کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ گو وہ شکستیں سچی نہیں ہوتی ہیں۔ یہ اچھا ہوگا کہ ان اشاروں اور صلاحوں پر بار بار

غور کیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی ناکامی کا باعث آپ کی کسی طرح کی غفلت تو نہیں ہے۔

۱۵۔ قبل ازیں کہ آپ اُس شخص سے جُدا ہوں۔ جس نے آپ کے وسیلہ سے مسیح کو قبول کیا ہے۔ مناسب ہے کہ آپ اُسے ضرور وہ ہدایات دیں جو مسیحی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے اُس کے کام آئینگی۔ مثلاً ذیل کی باتوں پر ہمیشہ بہت زور دینا چاہیئے۔

(الف) اُس سے کہنا چاہیئے کہ جب کبھی آپ کو موقعہ ملے آپ اپنے مُنہ سے یسُوع مسیح کا اقرار کریں۔ رومی ۱۰: ۹ و ۱۰ ۔ متی ۱۰: ۳۲ و ۳۳ ۔ (ب) اگر اُس نے ابھی بپتسمہ نہیں پایا تو اُسے تاکید کرو کہ بپتسمہ پائے اور نیز باقاعدہ طور پر عشائے ربّانی میں شامل ہو۔ اعمال ۲: ۳۸ - ۴۲ - لوقا ۲۲: ۱۹ ۔ ۱ قرنتی ۱۱: ۲۴ - ۲۶ (ج) بتاؤ کہ وہ خُدا کا کلام روزمرہ پڑھے۔ ۱ پطرس ۲: ۲ اعمال ۲۰: ۳۲ - ۲ تمطاؤس ۳: ۱۳ - ۱۷ - اعمال ۱۷: ۱۱ - (د) ہر روز دعا کرے اور بار بار - اور خصوصاً ہر آزمائش کے وقت لوقا ۱۱: ۹ - ۱۳ و ۲۲: ۴۰ و ۱ تسلونیکی ۵: ۱۷ (ر) نصیحت کرو کہ وہ اپنی زندگی سے ہر طرح کے گناہ کو نکال ڈالے۔ ہاں چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی۔ اور نیز ہر ایک شے کو جس کے بارے میں اُس کو شک ہو دُور کردے ۔ اور مسیح کی ہر بات کی فرمانبرداری کرے۔ ۱ یوحنا ۱: ۶ و ۷ - رومی ۱۴: ۲۳ یوحنا ۱۴: ۲۳ (س) بتاؤ کہ مسیحیوں کی صحبت اختیار کرے۔ افسی ۴: ۱۲ - ۱۶ - اعمال ۲: ۴۲ و ۴۷ - عبرانی ۱۰: ۲۴ و ۲۵ (ش) مسیح کے لئے کام کرے۔ متی ۲۵: ۱۴ - ۲۹ (ص) یہ بھی نصیحت کرو کہ اگر وہ کبھی گناہ میں پھنس جائے تو دل نہ توڑ بیٹھے بلکہ اُس کا اقرار فوراً کرے اور یہ ایمان لائے کہ اُس کا گناہ بخش دیا گیا ہے۔ کیونکہ

خداوند نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ پھر اُٹھے اور مسیحی مسلک میں قدم مارے۔ ۱-یوحنا ۱: ۹ فلپی ۳: ۱۳-۱۴۔ بہتر ہوگا کہ آپ اُس کو یہ ہدایتیں کسی مستقل یا دیرپا صورت میں دیں۔ اگر آپ چاہیں تو آپ اُنہیں لکھ کر دے سکتے ہیں۔ یا کوئی کتاب یا کارڈ ایسا دے سکتے ہیں جس پہ یہ ہدایتیں لکھی ہوئی ہوں۔

۱۶۔ جب آپ کسی شخص کو مسیح کے پاس لے آئیں تو اُسے چھوڑ نہ دیں بلکہ اُس کی پیروی کریں۔ اور اُس کی مسیحی زندگی کی نشوونما میں اُس کی مدد کریں بہت لوگ مسیح کے پاس لائے جاتے ہیں۔ مگر بعد میں اُن کی پرواہ نہیں کی جاتی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت کمزور رہتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں اُن کی پیروی کرنا اُسی قدر ضروری ہے جیسا کہ اُن کو مسیح کے پاس لانے کا کام ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ اس کام کو وہی زیادہ اچھی طرح سے کر سکتے ہیں جن کے وسیلے سے وہ لوگ مسیحی ہوئے ہیں +

تیرھواں باب
پاک رُوح کا بپتسمہ

لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کے کام میں ایک شرط نہایت ضروری ہے۔ مگر وہی ایسی کم سمجھی جاتی ہے کہ اُس کے بیان کے لئے ایک علیحدہ باب کی ضرورت ہے۔ ہماری مراد رُوح کے بپتسمہ سے ہے۔ دیکھو اعمال ۱: ۵ - لوقا ۲۴: ۴۹ (مقابلہ کرو اعمال ۱: ۸ کے ساتھ) اعمال ۲: ۴ - ان مقامات میں تین جملے پائے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں "رُوح القدس سے بپتسمہ پاؤگے"۔ "عالم بالا پر سے قوت کا لباس"۔ "رُوح القدس سے بھر گئے"۔ اگر ہم اچھی طرح ان مختلف مقامات کا اور نیز اُن مقامات کا جو ان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپس میں مقابلہ کریں۔ تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب ایک ہی قسم کے تجربہ سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اب جوں جوں ہم آگے بڑھینگے ہم دیکھیں گے کہ یہ تجربہ اُس خدمت کے مقبول اور مؤثر ہونے کے لئے جو مسیح کے واسطے کی جاتی ہے ایک نہایت ضروری شرط ہے۔

۱ - رُوح کا بپتسمہ کیا چیز ہے -

(۱) - یہ رُوح القدس کا ایک خاص اور قابل امتیازی عمل ہے۔ جس کی نسبت آدمی جان سکتا ہے۔ کہ وہ اُس میں واقع ہوُا ہے یا نہیں۔ یہ بات اِس امر سے ظاہر ہے۔ کہ خُداوند نے اپنے شاگردوں کو فرمایا

کہ وہ یروشلم سے باہر نہ جائیں تاوقتیکہ وہ یہ قوّت نہ پائیں (لوقا ۲۴: ۴۹ مقابلہ کرو اعمال ۱: ۸ کے ساتھ) اگر یہ تجربہ ایک خاص اور قابلِ شناخت فعل نہ ہوتا تو وہ کبھی نہ جانتے کہ کب مسیح کا حکم پُورا ہُوا۔ اور وہ کب مسیح کے کام اور نام پر گواہی دینا شروع کریں۔

(۲)۔ یہ رُوح القدس کا وہ کام ہے جو اُس کے نئی زندگی بخشنے کے کام سے بالکل جُدا ہے۔ یہ بات اعمال ۱: ۵ سے روشن ہے جہاں شاگردوں کو یہ خبر دی گئی تھی "تم تھوڑے دنوں کے بعد رُوح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے" لیکن یوحنا ۱۵: ۳ و ۱۳: ۱۰ سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ رسول اس بپتسمہ کے پانے سے پہلے نئی پیدائش حاصل کر چکے تھے۔ یہی بات اعمال ۸: ۱۵-۱۶ سے بھی ظاہر ہے۔ جہاں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ بعض اشخاص نے بپتسمہ پا لیا تھا۔ اور ایمان لے آئے تھے۔ مگر رُوح القدس اُن پر ابھی نہیں اُتری تھی۔ اعمال ۱۹: ۱-۶ سے بھی یہی صداقت مترشح ہوتی ہے۔ اس مقام میں ہم اُن لوگوں کا حال پڑھتے ہیں۔ جو شاگرد تو بن گئے تھے مگر اُنہوں نے ابھی رُوح نہیں پائی تھی۔ پس یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص رُوح کے وسیلہ سے نئے طور پر پیدا تو ہو گیا ہو مگر اُس نے رُوح کا بپتسمہ نہ پایا ہو۔ اس قسم کا آدمی نجات تو پا چکا مگر خدمت کے لائق نہیں ہُوا ہے۔ ہر ایماندار رُوح القدس تو رکھتا ہے۔ رومی ۸: ۹ مگر ہر ایماندار رُوح کا بپتسمہ نہیں رکھتا (اعمال ۸: ۱۲-۱۶ و ۱۹: ۱-۲) لیکن ہم تھوڑی دیر کے بعد دیکھیں گے کہ ہر ایک ایماندار رُوح کا بپتسمہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔

(۳)۔ رُوح کا بپتسمہ ہمیشہ گواہی یا خدمت کے ساتھ مربوط ہوتا ہے (دیکھو۔ ۱ کرنتی ۱۲: ۴-۱۳۔ اعمال ۱: ۵-۸۔ لوقا ۲۴: ۴۹۔ اعمال ۲: ۴

اور ۴: ۸ و ۱۳ اور ۷: ۵۵ اور ۹: ۱۷ و ۲۰ اور ۱۰: ۴۵ و ۴۶ اور ۱۹: ۶) رُوح کا بپتسمہ گناہ کے صاف ہونے کے ساتھ کوئی تعلق براہ راست نہیں رکھتا۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو کئی وجوہات کے سبب سے یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس مضمون پر ایک ایسی تعلیم بھی مروج ہے جس کے سبب سے لوگ یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ اگر ہم رُوح کا بپتسمہ پالیں تو پُرانا جسمانی مزاج معدوم ہو جائیگا لیکن کلام الٰہی میں ایک سطر بھی ایسی نہیں جو اس تعلیم کی تائید کرے۔ پس جیسا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور جیسا ہر شخص خود اُن تمام مقامات کے ملاحظہ سے جو اس مضمون کے متعلق ہیں دریافت کر سکتا ہے رُوح کا بپتسمہ گواہی اور خدمت کے ساتھ ہمیشہ وابستہ ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب یہ بپتسمہ حاصل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ایک اعلیٰ قسم کی اخلاقی اور روحانی ترقی پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ بپتسمہ سے پہلے یہ بات وقوع میں آتی ہے کہ آدمی اپنی مرضی کو پورے پورے طور پر مسیح کے سپرد کر دیتا ہے تاہم اس بپتسمہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی خدمت کے لئے تیار کیا جائے۔ اگر ہم اس بپتسمہ کے اظہاروں اور نتیجوں پر جو کہ بائبل میں درج ہیں غور کریں تو ہمیں خوب واضح طور پر معلوم ہو جائیگا کہ اس بپتسمہ کا کیا مطلب ہے (۱) آؤ ہم پہلے اُس مقام پر غور کریں جو بڑی تفصیل کے ساتھ اس مضمون کی حقیقت کو ہم پر ظاہر کرتا ہے وہ افسیوں ۱۲: ۴-۱۳ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب لوگوں میں رُوح کے بپتسمہ کے اظہار اور نتیجے یکساں نہیں ہوتے مثلاً رُوح کا بپتسمہ ہر ایک شخص کو جو اس سے بہرہ ور ہوتا ہے کامیاب مبشر یا اُستاد نہیں بناتا ممکن ہے کہ کوئی اَور خاص قسم کی روحانی لیاقت یا انعام اس کو حاصل ہو۔ لوگ اس بات کو اکثر بھول جاتے ہیں اور اس کا یہ نتیجہ ہوتا

ہے کہ اُن کے دل میں بڑی مایوسی اور شک پیدا ہو جاتے ہیں پس اس بپتسمہ
کے اظہار اور نتیجے اُس خدمت کے مطابق ہوتے ہیں جس کے لئے خدا نے
مختلف بندوں کو اپنے پاس بلایا ہے یعنی کسی کو مبشر کسی کو اُستاد اور کسی کو
منتظم اور کسی کو مددگار ہونے کے لئے اور کسی کو ماں بننے کی خدمت دی جاتی ہے
(اقرنتی ۱۲: ۲۸-۳۱ و افسی ۴: ۸-۱۱) (ب) اقرنتی ۱۲: ۷-۱۱ اگر ہر شخص کو کوئی
نہ کوئی انعام بخشا جاتا ہے۔ یعنی یہ ضروری امر نہیں کہ سب کو ایک ہی انعام دیا
جائے۔ پر کوئی نہ کوئی انعام دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ مبشر ہو یا پاسٹر یا اُستاد یا
کچھ اور (ج) اقرنتی ۱۲: ۱۱۔ اور اس بات کا فیصلہ کہ کونسا یا کونسے انعام فلاں
شخص کو دیئے جائینگے رُوح القُدس خود کریگی۔ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم کوئی
جگہ یا کوئی خدمت چن لیں اور پھر رُوح القُدس سے کہیں کہ تو ہمیں اس خدمت
کے لائق بنا اور نہ ہی ہمارا کام ہے کہ ہم کوئی خاص انعام اپنے لئے انتخاب کریں۔
اور پھر کہیں کہ فلاں انعام تو ہمیں دے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں
بالکل رُوح القُدس کے ہاتھ میں سونپ دیں تاکہ جہاں وہ چاہے ہمیں بھیجے۔
اور جو خدمت ہم سے لینا چاہے لے (اعمال ۱۳: ۲) اور جو انعام دینا چاہے
دے وہ بادشاہ ہے اور ہمارا کام یہ ہے کہ ہم پورے طور پر بغیر کسی طرح
کی شرط کے اُس کی اطاعت کریں۔ اس بات کو نظرانداز کر دینے کے سبب سے
بہت لوگ برکت کو کھو دیتے اور مایوسی کے پنجرہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

مَیں ایک صاف دل اور خود انکار شخص سے واقف ہوں جس نے اپنے پیشہ
کو جس سے وہ روپیہ کمایا کرتا تھا مسیح کے لئے چھوڑ دیا اور مبشر کا کام اختیار
کیا۔ وہ آدمی ہزار ہا میل کا فاصلہ طے کر کے امریکہ آیا۔ مگر یہاں کام کی کوئی صورت
اُسے نظر نہ آئی۔ پس وہ بہت حیرانی اور شک میں مبتلا ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ

کے بعد یہ بات اُس پر ظاہر ہو گئی کہ یہ اُس کا کام نہیں کہ وہ اپنے لئے آپ بشارت کا کام چُننے (گو بشارت کا کام بڑا نیک کام ہے) اور پھر رُوح القُدس سے کہے کہ مجھے اس کام کی جسے مَیں نے خود چنا ہے لیاقت عطا کر۔ اس کے بعد اُس نے اپنے تئیں رُوح کے ہاتھ میں چھوڑ دیا اور یہ رضامندی ظاہر کی کہ جو کام رُوح اُسے کرنے کو فرمائے گی وہ وہی بجا لائیگا۔ پھر تو اُس کو اُس کام میں جس کے کرنے کا حکم اُس نے رُوح سے پایا قوّت حاصل ہوئی اور آخر کار اُسے مبشّر بننے کا انعام جس کا وہ خواہشمند تھا عطا ہوُا (دیکھو اعمال ۱: ۵ و ۶)۔ اس مقام سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ رُوح پاک کا بپتسمہ ہمیشہ اُس خدمت یا خدمات کی انجام دہی کے لئے ملتا ہے جو خدا ہمارے سپرد کرتا ہے۔ کسی شہر میں ایک ناخواندہ لڑکا تھا جو مسیح کے پاس لایا گیا تھا۔ مگر اُس نے اپنی فروتن حالت میں خداوند یسوع کے نام پر گواہی دینا شروع کر دیا۔ وہ ایک منزل سے دوسری منزل تک ترقی کرتا جاتا تھا۔ ایک شخص نے جو اس میں دلچسپی لیتا تھا میرے پاس اس کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ مَیں بہت چاہتا ہوں کہ آپ اس سے ملاقات پیدا کریں۔ خیر وہ شخص اُسے ایک دن شکاگو میں لے آیا اور مَیں نے اُسے اُس میٹنگ میں جو اُس دن خیمہ میں ہونے کو تھی بولنے کی دعوت دی۔ اب یہ میٹنگ ایک بڑے بُرے محلہ میں منعقد ہوئی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اسی خیمہ میں خراب لوگ گھس آئے تھے۔ اور اُنہوں نے میٹنگ کو تتر بتر کر دیا تھا۔ پس جو لوگ اس وقت جمع ہوئے اُنہیں قابو میں رکھنا بڑا مشکل کام تھا۔ خیر لڑکے نے بولنا شروع کیا۔ اور شروع میں ایسی عام قسم کی باتیں کیں کہ مَیں ڈر گیا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ شاید مَیں نے سخت غلطی کی جو اُسے بولنے کی اجازت دی۔ پر مَیں دُعا مانگتا اور لوگوں کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس کی تقریر میں کوئی عجیب بات

نظر نہیں آتی تھی۔ سوائے اُس بُری گرامر کے جو وہ استعمال کر رہا تھا۔ تاہم مَیں نے یہ دیکھا کہ لوگ اُس کی سُن رہے ہیں۔ اور اسی طرح آخر تک سنتے رہے اور جب مَیں نے یہ دریافت کیا کہ اُن میں سے کوئی مسیحی ہونا چاہتا ہے۔ تو وہ خیمہ کے ہر کونے اور گوشہ میں کھڑے ہو گئے اور یُوں ظاہر کیا کہ وہ مسیح کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔ یہ بات دیکھ کر مَیں نے ایک اَور شخص سے جو اُس لڑکے کو جانتا تھا اس بات کا ذکر کیا۔ اُس نے جواب دیا" جہاں کہیں یہ لڑکا جاتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے"۔ اب اس کا کیا سبب تھا؟ یہی کہ اُس ناخواندہ لڑکے نے رُوح پاک کا بپتسمہ پایا اور طاقت حاصل کی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ رُوح پاک کے بپتسمہ پر درس دیا جا رہا تھا۔ جب درس ختم ہُوا تو ایک خادم الدین میرے پاس آیا اور کہنے لگا" مجھے اس طاقت کی ضرورت ہے۔ کیا آپ میرے لئے دُعا نہیں کریں گے"؟ مَیں نے جواب دیا" آیئے ہم یہیں اور اسی وقت خدا سے دُعا مانگیں"۔ ہم نے اُسی وقت دُعا مانگی۔ چند یوم کے بعد ایک شخص مجھے ملا جو اُس وقت جبکہ ہم دُعا مانگ رہے تھے پاس کھڑا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا" آپ کو وہ خادم الدین یاد ہے جس کے ساتھ آپ نے نیو برٹن میں دُعا مانگی تھی؟ وہ دعا مانگنے کے بعد اپنی کلیسیا کو واپس گیا۔ اور وہاں جا کر اُس نے ایک نئی طاقت سے اپنا کام شروع کیا۔ اور اب ہر اتوار کی شام کو لوگ اس کے گرجہ میں کثرت سے آتے ہیں۔ اُس کی جماعت کا بہت سا حِصّہ نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ اور اُس وقت سے لے کر آج تک لوگ برابر اُسی طرح آ رہے ہیں"۔ اب اس شخص نے رُوح کا بپتسمہ اور قدرت حاصل کی (د) اعمال ۴: ۲۹-۳۱- اس مقام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رُوح کا بپتسمہ گواہی اور خدمت کے کام میں ہم کو ہمیشہ دلیری بخشتا ہے۔ اس بات کی پطرس

ایک عمدہ مثال ہے ۔ اعمال ۴: ۸-۱۲ کے پطرس کا مرقس ۱۴: ۶۶-۷۲
کے پطرس کے ساتھ مقابلہ کرو۔ شاید کوئی شخص جو اس کتاب کو پڑھ رہا ہے
بہت آرزو رکھتا ہے کہ اَوروں کے سامنے مسیح کا ذکر کرے اور اُنہیں اُس
کے پاس لائے۔ مگر لوگوں سے ایسا ڈرتا اور جھجکتا ہے کہ اس کام کو ہاتھ لگاتے
شرماتا ہے۔ اگر وہ شخص رُوح کا بپتسمہ پائے تو اُس کی یہ رُکاوٹ بالکل
دُور ہو جائیگی۔

اب ان باتوں پر غور کرتے کرتے ہم اس قابل ہو گئے ہیں۔ کہ رُوح کے
بپتسمہ کی تعریف کریں۔ وہ یہ ہے۔ "رُوح کے بپتسمہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ
خُدا کی رُوح ایماندار پر نازل ہوتی اور اُس کی قوتوں کو اپنے قبضہ میں لاتی اور
اُسے ایسی طاقتیں عطا فرماتی ہے جو طبعاً اُس میں موجود نہیں ہوتیں اور یہ
اس لئے ہوتا ہے کہ وہ شخص اُس خدمت کے لئے تیار کیا جائے جس کی انجام دہی
کے لئے خدا نے اُسے بُلایا ہے۔

۲۔ اب ہم اس بات پر غور کرینگے کہ رُوح کے بپتسمہ کی اشد ضرورت ہے
کیونکہ اُسی سے ہم مسیحی خدمت کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

(۱) لوقا ۲۴: ۴۹ میں خُداوند یسُوع نے اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ وہ یروشلیم
ہی میں رہیں تاوقتیکہ انہیں "عالم بالا سے قوت کا لباس نہ ملے" اب یہ لوگ اس
واسطے مقرر کئے گئے تھے کہ یسُوع مسیح کی زندگی۔ موت اور قیامت پر گواہی دیں۔
(لوقا ۲۴: ۴۵-۴۸۔ اعمال ۱: ۲۲ و ۱۰: ۳۹-۴۱) انہوں نے وہ ساری باتیں
جو بظاہر اُن کی تربیت کے لئے کافی نظر آتی تھیں حاصل کر لی تھیں۔ تین سال
سے زیادہ عرصہ کے لئے وہ اُس سے جو تمام اُستادوں کا اُستاد تھا تعلیم پا چکے تھے
وہ اُس کے معجزوں اور موت اور کفن دفن اور جی اُٹھنے اور آسمان پر چڑھ جانے کو

اپنی آنکھ سے دیکھ چکے تھے۔ مگر ابھی ایک بات کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت ایسی بڑی تھی کہ یسوع چاہتا تھا کہ وہ اس کام کو ہاتھ نہ لگائیں جس کے لئے وہ مقرر کئے گئے تھے۔ جب تک کہ وہ ضرورت پوری نہ ہو۔ اور وہ ضرورت کیا تھی؟ وہ رُوح کے بپتسمہ کی ضرورت تھی۔ اب جب اُنہیں جو ایک بے نظیر تربیت حاصل کر چکے تھے اپنے کام کو شروع کرنے کی اجازت نہ ملی۔ جب تک کہ اُنہوں نے رُوح کا بپتسمہ نہ پایا۔ تو غور کیجئے کہ اگر ہم جن کی تربیت ان کی تربیت کے مقابلہ میں ادنیٰ قسم کی ہے۔ بغیر رُوح کے بپتسمہ کے اس عظیم خدمت کو شروع کر دیں تو ہم کیسی سخت گستاخی اور نادانی کے مرتکب ہونگے۔ مگر اس ضرورت کی شدت اور وسعت اُور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یسوع نے خود بھی اپنی خدمت کو شروع نہ کیا جب تک کہ رُوح کا مسح اور قوت حاصل نہ کی۔ اعمال ۱۰: ۳۸۔ مقابلہ کرو لوقا ۳: ۲۲۔ اور ۴: ۱ و ۱۴ کے ساتھ) پس یہ بپتسمہ مسیحی خدمت کے لئے ازحد ضروری ہے۔ اگر ہم نے یہ جانے بغیر کہ ہم نے رُوح کا بپتسمہ پایا ہے مسیح کی خدمت کی کوشش شروع کر دی ہے تو اس کا سبب یا تو یہ ہے۔ کہ ہمیں یہ خبر نہیں ہے کہ خدا کا کلام ہم سے کیا طلب کرتا ہے یا یہ کہ ہم سخت گستاخانہ غرور میں مبتلا ہیں۔

(۲) ہر ایماندار کا حق ہے کہ وہ رُوح کا بپتسمہ پائے۔ یہ بات اعمال ۲: ۳۹ (نیا ترجمہ) سے ظاہر ہے "اس لئے یہ وعدہ تم اور تمہاری اولاد اُن سب دُور کے لوگوں سے بھی ہے۔ جن کو خُداوند ہمارا خُدا اپنے پاس بلائیگا"۔ عبارت کے سیاق و سباق اور لفظ وعدہ کے استعمال سے جیسا کہ وہ اس باب اور نیز گذشتہ ابواب میں پایا جاتا ہے (دیکھو ۱: ۴ اور ۲: ۱۶ و ۳۳) اور اسی طرح "رُوح کے بپتسمہ" کے استعمال سے جو کہ تمام کتاب میں پایا جاتا ہے

ظاہر ہے کہ اس "وعدہ" سے مراد رُوح کے بپتسمہ کا وعدہ ہے اور اس آیت سے یہ بھی روشن ہے کہ یہ وعدہ سب لوگوں اور زمانوں کے لئے ہے۔ اُن سب کے لئے ہے جنہیں خُدا اپنے پاس بلائیگا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ یہ وعدہ ہر ایمان دار کے لئے ہے۔ اگر ہم نے یہ بپتسمہ نہیں پایا تو یہ ہمارا قصور ہے۔ یہ برکت ہمارے لئے ہے اور ہم خُدا کے حضور اُس کام کے لئے جواب دہ ہیں جو ہم کرتے اور اُن رُوحوں کے لئے بھی جنہیں ہم بچاتے ہیں۔ اگر یہ برکت ہمیں نصیب ہوئی ہے اور اس درجہ تک ہم کام نہیں کرتے اور روحوں کو نہیں بچاتے تو ہم خُدا کے سامنے قصور وار ہیں۔

۳۔ ہم رُوح پاک کا بپتسمہ کس طرح پا سکتے ہیں؟ اب ہم ایک عملی سوال پر آ پہنچے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ کس طرح رُوح پاک کا بپتسمہ پائیں۔ جو ہماری مسیحی خدمت کے لئے ایسا ضروری امر ہے؟ یہ خوشی کی بات ہے کہ اس سوال کا جواب بڑی صفائی کے ساتھ بائبل میں پایا جاتا ہے۔ ذیل کی باتوں پر غور کرنے سے یہ جواب صاف معلوم ہو جاتا ہے۔

(۱) اعمال ۲: ۳۸ (نیا ترجمہ)۔ پطرس نے کہا "توبہ کرو اور تم میں سے ہر ایک گناہوں کی معافی کے لئے یسُوع مسیح کے نام پر بپتسمہ لے تو تم رُوح القدس انعام میں پاؤ گے۔"

اب اس سے عیاں ہے کہ اس بپتسمہ کے پانے کے لئے پہلا قدم "توبہ" ہے۔ توبہ سے مراد دل کی تبدیلی ہے۔ یعنی وہ تبدیلی جس کے مطابق ہمارے خیالات گناہ اور خُدا کے متعلق بالکل بدل جاتے ہیں۔ لیکن اس مقام سے (جیسا قرینہ سے ظاہر ہوتا ہے) یہ بھی روشن ہے کہ اس تبدیلی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہمارے خیالات مسیح کی نسبت بھی بدل جائیں،

بہت لوگ اسی میں قاصر نکلنے کے سبب سے رُوح کے بپتسمہ سے محروم رہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک کنونشن کے خاتمہ پر ایک شخص میرے پاس دوڑا ہؤا آیا۔ اور کہا کہ ایک عورت سخت تکلیف میں گرفتار ہے۔ اور آپ سے بات چیت کرنا چاہتی ہے۔ مَیں اُس سے ایک گھنٹہ تک ملاقات نہ کرسکا مگر جب اُس کے پاس پہنچا تو اس وقت بھی اُسے بہت بے چینی کی حالت میں پایا۔ اس بے چینی کا سبب یہ تھا۔ کہ وہ بہت چاہتی تھی کہ رُوح القدس کا بپتسمہ پائے۔ اور لوگوں نے بھی اُس کے ساتھ گفتگو کی تھی۔ مگر اُسے کچھ فائدہ نہ ہؤا تھا۔ اب مَیں اُس کے پاس بیٹھ گیا اور اُس سے کہا "کیا آپ نے اپنی مرضی خُداوند کے حوالہ کردی ہے؟" مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا جواب دے۔ مَیں نے پھر یہ پوچھا "آپ مسیح کے لئے کام کرنا چاہتی ہیں؟" کہا "ہاں چاہتی ہُوں" "کیا آپ بلٹیمو کو واپس جانے اور اگر خُداوند کی مرضی ہو۔ تو وہاں لونڈی کی طرح کام کرنے کو راضی ہیں؟" کہا "نہیں" مَیں نے کہا۔ "آپ کبھی یہ برکت اس وقت تک نہیں پائیں گی جب تک کہ آپ کی مرضی اُس کی مرضی کے تابع نہ ہو جائے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ خُداوند آپ کی مرضی کو آپ ہی مغلوب کرلے؟" کہا "ہاں مَیں چاہتی" مَیں نے کہا "آؤ ہم دُعا کریں کہ خُداوند اپنی قدرت سے اس کام کو انجام دے" ہم نے مل کر دُعا مانگی۔ خُدا نے ہماری دُعا کو سُنا اور اُس عورت کی مرضی کو مغلوب کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ اُس نے رُوح کا بپتسمہ پایا اور خوشی کرتی ہُوئی گرجہ سے اپنے گھر کو گئی۔

پھر فرمانبرداری کا یہ مطلب بھی ہے کہ خُدا کی مرضی جو چھوٹے بڑے کاموں کے متعلق اُس کے کلام یا اُس کی رُوح کے وسیلے ظاہر ہو پوری کی جائے۔ جو کچھ اُس نے کرنے کو کہا ہے اُس کو نہ کرنا۔ اور جس کے کرنے سے منع

فرمایا ہے اُسے کرنا خواہ وہ کیسی ہی چھوٹی بات کیوں نہ ہو ہمیں اس برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر کوئی بات خواہ وہ بہت ہی چھوٹی کیوں نہ ہو۔ ہمارے دل میں اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ ہم اس برکت کے لئے دُعا مانگتے ہیں اور ہمارے دل کو بے چین کرتی ہے تو ہمیں اُسے خُدا کے حضور درست کرنا چاہئے۔ مسٹر فنی ایک عورت کی بابت لکھتے ہیں کہ اُس نے بڑی زاری اور دلسوزی سے رُوح کے بپتسمہ کے لئے دعا مانگی مگر کوئی جواب نہ پایا۔ آخر ایک دن جب کہ وہ دعا مانگ رہی تھی اُس نے اپنے ہاتھ سے سر کے بالوں میں سے کوئی زیور نکالا۔ اور اُسے زمین پر پٹک دیا۔ اس سے پیشتر جب کبھی وہ دُعا مانگا کرتی تھی۔ وہ زیور ہمیشہ اُس کے دل میں آکر اُسے تنگ کیا کرتا تھا۔ اب اُس نے اُسے سر سے نکال کر پھینک دیا۔ اور رُوح کا بپتسمہ جس کی مشتاق وہ مدت سے تھی۔ اُسی دم اُسے مل گیا۔ یہ بات ظاہر میں تو بہت چھوٹی سی تھی۔ مگر اسی کے متعلق خدا کے اور اس عورت کے درمیان بحث ہو رہی تھی۔ ہاں یہی زیور برکت کو اُس سے روک رہا تھا۔

۳۔ "آسمانی باپ اپنے مانگنے والوں کو رُوح القدس ضرور ہی دیگا"! (لوقا ۱۱: ۱۳): (الف) واضح ہو کہ اس بپتسمہ کے واسطے بہت دُعا ہونی چاہئے یہ بات اکثر سننے میں آتی ہے کہ رُوح القدس تو نازل ہو چکی ہے۔ اور ہر ایک ایماندار اُس سے بہرہ ور ہے۔ پس کیا ضرورت ہے کہ ہم اُس کے لئے دُعا مانگیں؟ لیکن اس دلیل میں یہ قباحت پائی جاتی ہے کہ اس سے وہ فرق نظر انداز ہو جاتا ہے۔ جو رُوح القدس کے عام طور پر رکھنے اور رُوح القدس کے اس خاص کام میں پایا جاتا ہے (دیکھو ۱: ۲) اور پھر اس سے خُدا کے کلام کی اس صریح اور صاف تعلیم کی کہ خُدا اُن کو جو مانگتے ہیں رُوح القدس

ضرور دیگا" تکذیب ہوتی ہے۔ نیز اس کی غلطی اس بات سے عیاں ہے
اعمال کی کتاب سے ثابت ہے۔ کہ رُوح کا بپتسمہ ہمیشہ دُعا کے جواب میں
ملتا ہے۔ (اعمال ۱: ۱۴ و ۲: ۱-۴ و ۴: ۳۱ و ۸: ۱۵ و ۱۷)

(ب) دُعا سے خواہش ظاہر ہوتی ہے۔ رُوح کے بپتسمہ کے لئے بھی
سچی دُعا نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اُس کے حصول کے واسطے گہری خواہش
دل میں موجود نہ ہو۔ جب تک آدمی یہ سوچتا رہتا ہے کہ میں بغیر اس برکت کے
کسی نہ کسی طرح گزارہ کر سکتا ہوں۔ تب تک کوئی اُمید نہیں کہ وہ اُسے پائے
لیکن جب وہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ کہ اُس کے دل میں اس برکت کے
حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ خواہ مجھے سب کچھ تصدّق
کرنا پڑے تو بھی میں اس برکت کو حاصل کرونگا۔ تب وہ ضرور کچھ دیر کے
بعد اس برکت کو حاصل کر لیتا ہے۔ خدا کے فضل سے بہت خادمانِ دین اور
کاہندوں نے اس بات کو محسوس کیا ہے۔ کہ ہم بغیر اس بپتسمے کے اپنے کام
کو انجام نہیں دے سکتے۔ اور اس احساس کے بعد انہوں نے رُوح کا یہ
انعام پایا۔ اور اُسی وقت سے اُن کی خدمت کی صورت بالکل تبدیل ہو گئی

(ج) دُعا کو مؤثر بنانے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ ایمان
سے مانگی جائے۔ (مرقس ۱۱: ۲۴) یعقوب اُس دُعا کے متعلق جو حکمت یا
دانائی کے لئے کی جائے فرماتا ہے "وہ ایمان سے مانگے اور کچھ شک نہ کرے
کیونکہ شک کرنے والا سمندر کی لہر کی مانند ہوتا ہے۔ جو ہوا سے بہتی
اور اچھلتی ہے۔ ایسا آدمی یہ نہ سمجھے کہ مجھے خداوند سے کچھ ملے گا۔"
(یعقوب ۶ و ۷) یہی اُصول اُس دُعا پر بھی جو رُوح القدس کے لئے
کی جاتی ہے عائد ہوتا ہے۔ بہت لوگ اس بات میں قاصر رہنے کی

وجہ سے برکت سے محروم رہتے ہیں۔ اگر پوچھا جائے کہ ہم کس طرح ایمان کے ساتھ خُدا کے حضور جائیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایوحنا ۵: ۱۴ و ۱۵ میں اس کے متعلق صاف صاف ہدایت کی گئی ہے۔ "ہمیں جو اس کے حضور دلیری ہے۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ اگر اُس کی مرضی کے موافق کچھ مانگتے ہیں تو وہ ہماری سنتا ہے۔ اور جب ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم مانگتے ہیں وہ ہماری سنتا ہے تو یہ بھی جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اس سے مانگا ہے وہ پایا ہے۔" جب ہم اُس سے رُوح القدس کا بپتسمہ مانگتے ہیں۔ تو ہم جانتے ہیں کہ ہم نے اُس سے وہ چیز مانگی ہے جو اُس کی مرضی کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق اس کا وعدہ بڑی صفائی سے اُس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس ہم جانتے ہیں کہ "وہ ہماری سُنتا ہے۔ اور جب ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم مانگتے ہیں وہ ہماری سُنتا ہے تو یہ بھی جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اُس سے مانگا (یعنی رُوح القُدس کا بپتسمہ) اُس سے پایا"۔ پس جب میرے دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ رُوح کے بپتسمہ کے انعام کی نسبت جو شرائط ہیں۔ مَیں نے اُن کو پُورا کر دیا ہے اور مَیں نے خُدا سے اس انعام کے لئے دُعا بھی کی ہے۔ تو لازم ہے کہ مَیں یقین کروں کہ اب وہ برکت مجھ کو مل گئی ہے۔ میری دُعا سُنی گئی اور جو کچھ مَیں نے مانگا تھا وہ پا لیا ہے۔ یہ یقین لا کر مجھے اُٹھنا اور اپنے کام کو شرُوع کرنا چاہئے۔ اور اس اُمید کے ساتھ کہ میری خدمت میں خُدا کی قدرت ضرور نمودار ہو گی۔ پر شاید کوئی یہ کہے۔ "کیا ہم کسی طرح کے اظہارات کی اُمید نہ رکھیں؟ کیوں نہ رکھیں۔ مگر یہ اظہارات کہاں ظاہر ہونگے؟" خدمت میں؟ جب مَیں خدا کے کلام کی بنا پر یہ جان گیا کہ میری دُعا سُنی گئی

ہے۔ تو پھر میرا حق ہے۔ کہ مَیں اُس خدمت کو جس کے لئے وہ مجھے بُلاتا ہے شروع کر دوں۔ اور بڑے یقین سے اُس خدمت میں رُوح کی قدرت کے اظہاروں کی اُمیدر کھوں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ اور لوگ اکثر اس غلطی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ برقی جنبشوں اور رقت انگیز تجربوں کی مانند نشان طلب کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس قسم کے نشانات رُوح کے بپتسمہ کے ساتھ وقوع میں آئیں اور اکثر آتے بھی ہیں۔ مگر بائبل ہم کو صاف صاف بتاتی ہے (۱ قرنتی ۱۲: ۷) کہ ہمیں رُوح کی قدرت کے اظہارات کی تلاش خدمت میں کرنی چاہئے۔ اور کہ سب سے بڑے اور معتبر اور روحانی نظارے ہمارے ہی کام میں دکھائی دیتے ہیں۔ اب شاید کوئی یہ کہے "کیا لازم نہیں کہ جب تک ہم رُوح کا بپتسمہ نہ پالیں۔ اُس وقت تک ٹھیرے رہیں۔" بے شک ہمیں اس وقت ٹھیرنا چاہئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح جانیں کہ ہم نے رُوح کا بپتسمہ پالیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم بچ گئے ہیں۔ اُسی طرح ہم یہ بھی جان سکتے ہیں کہ ہم نے رُوح کا بپتسمہ پالیا ہے۔ اب ہم یہ کس طرح جانتے ہیں کہ ہم بچ گئے ہیں؟ خُدا کے کلام کی گواہی سے ہم یہ بھی جان جاتے ہیں کہ ہم نے رُوح کا بپتسمہ پالیا ہے۔ جب مَیں یہ جان جاتا ہُوں کہ مَیں نے تمام شرطیں پُوری کر دی ہیں۔ اور مَیں نے خُدا سے یہ انعام جو اُس کی مرضی کے موافق ہے مانگ لیا ہے تو مَیں خُدا کے کلام کی گواہی کے مطابق (۱ یوحنا ۵: ۱۴ و ۱۵) یہ ایمان لاتا ہُوں کہ میری دُعا سُنی گئی۔ اور جو کچھ مَیں نے مانگا تھا وہ مجھے مِل گیا ہے۔ اب میرا فرض ہے۔ کہ مَیں اور کسی گواہی کا

خیال نہ کریں۔ فقط خدا کے کلام کی گواہی پر جو کافی بلکہ وافی ہے تکیہ کر کے اس خدمت کو شروع کریں جس کے لئے خدا نے مجھے بلایا ہے شاید آپ یہ سوال کریں ۔" کیا شاگرد دس دن تک نہیں ٹھیرے تھے ؟" اس کے جواب میں بھی ہم کہیں گے۔ کہ ہاں ٹھیرے تھے۔ مگر اس کی وجہ اعمال ۲: ۱ میں بڑی صفائی سے بیان کی گئی ہے۔ وہاں لکھا ہے ۔ "جب عید پنتکوست کا دن ہوا"۔ پرانے عہد کی علامتوں یا خدا کے انتظام کے مطابق پنتکوست ہی کا دن وہ دن مقرر ہوا تھا ۔ جس پر رُوح کا پہلا انعام اور پہلے پھلوں (یعنی کلیسیا) کا گذرانا وقوع میں آنے کو تھا۔ پس رُوح القدس اُس دن سے پہلے اُتر نہیں سکتی تھی ۔ احبار ۲۳: ۹-۱۷)۔ مگر جب رُوح ایک مرتبہ نازل ہو گئی ۔ تو پھر کبھی یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ انہیں جو اس نعمت کے جویاں تھے ۔ بہت مدت تک ٹھیرنا پڑا ہو۔ (اعمال ۴: ۳۱ و ۸: ۱۵ و ۱۷ و ۹: ۱۷ و ۲۰: ۱۰ اور ۱۹: ۶) اس میں شک نہیں کہ لوگوں کو اب بھی ٹھیرنا پڑتا ہے ۔ مگر اس کی وجہ صرف یہ ہے ۔ کہ وہ ضروری شرطوں کو پُورا نہیں کرتے ۔ یا شاید یہ وجہ ہو ۔ کہ وہ اس نعمت کے پانے کا یقین نہیں کرتے ۔ یا یہ کہ خدا کے کلام پر تکیہ کر کے اسے قبول نہیں کرتے ۔ مگر جب ہم شرطوں کو پُورا کر کے اور اس برکت کو اپنی سمجھ کر خدا سے مانگتے ہیں ۔ تو یہ اُسی وقت ہمارے قبضہ میں آجاتی ہے (مرقس ۱۱: ۲۴ نیا ترجمہ) پس خدا کا ہر ایک فرزند ضروری شرائط کو پُورا کر کے اس برکت کے لئے ملتجی اور اس کا مدعی ہو سکتا ہے ۔ اور آخرکار اسے حاصل کر سکتا ہے ۔ ایک دفعہ جنیوا میں اُس درس کے بعد جو ایف ۔ بی مائر صاحب نے طلباء

کے سمر سکول کے موقعہ پر رُوح کے بپتسمہ کے متعلق دیا تھا ایک طالب علم میرے پاس آیا۔ اور مجھ سے کہنے لگا۔ مَیں اس برکت کی بابت پہلے بھی سُنتا رہا ہوں۔ اور مَیں کئی ماہ سے اس کی تلاش میں ہُوں۔ مگر اب تک یہ برکت مجھے مِلی نہیں۔ مَیں نے فوراً دیکھ لیا۔ کہ اُس کی مرضی اب تک خُدا کے حوالے نہیں کی گئی۔ مگر اس کا فیصلہ بہت جلد ہو گیا۔ ازاں بعد مَیں نے اُس سے کہا۔ آؤ ہم دُعا مانگیں اور خُدا سے رُوح کے بپتسمہ کی التجا کریں۔ وہ دُعا میں شامل ہُوا۔ دُعا کے بعد مَیں نے کہا "کیا یہ درخواست خُدا کی مرضی کے مطابق تھی"؟ کہا "ہاں خُدا کی مرضی کے مطابق تھی۔" پھر مَیں نے پوچھا۔ "کیا ہماری دُعا سُنی گئی"؟ کچھ دیر کی ہچکچاہٹ کے بعد جواب دیا۔ "اُمید ہے کہ سُنی گئی ہوگی"؟ مَیں نے پُوچھا "جو آپ نے مانگا تھا کیا وہ آپ کو مِل گیا ہے"؟ کہا "مَیں اب تک محسوس نہیں کرتا۔" اس پر مَیں نے اُس کو ۱یوحنا ۵:۱۵ کے الفاظ اُس بائبل میں سے جو ہمارے سامنے کُھلی پڑی تھی پڑھ کر سُنائے۔ "جب ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم مانگتے ہیں وہ ہماری سُنتا ہے تو یہ بھی جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اُس سے مانگا ہے وہ پایا ہے"۔ اس آیت کو ختم کرکے مَیں نے اُس سے پھر پُوچھا۔ "کیا ہماری دُعا سُنی گئی یا نہیں"؟ جواب دیا "ہاں سُنی گئی"۔ "کیا آپ نے وہ برکت پائی جس کی درخواست کی تھی"؟ کہا "ضرور ہے کہ پائی ہو۔ کیونکہ خُداوند ایسا ہی فرماتا ہے"۔ اس کے بعد ہم اُٹھ کر اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہُوئے۔ چند دن کے بعد مَیں پھر اُس سکول کو گیا۔ تو اُس نوجوان سے پھر ملاقات ہوئی۔ اُس کا چہرہ چمکتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ جس بات کو